﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ ﴿......اِنّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ﴾(آل عمران:۷۴) ﴿......عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ (بنی اسرائیل:۸۰)

هفت روزه

الفضل

انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :— نصیر احمد قمر

جلد12

جمعۃ المبارک 8/اپریل 2005ء

28/ صفر 1426 ہجری قمری ❁ 8/شہادت 1384 ہجری شمسی

شمارہ 14

تسبیح وتحمید کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جس نے ایک دن میں سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ...... ایک سومرتبہ کہااس کی سب خطائیں معاف کردی جاتی ہیں خواہ سمندر کی جھاگ کی طرح ہوں۔

(بخاری کتاب الدعوات با ب فضل التسبیح)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام﴾

قرآن کے بڑے فائدے دو ہیں۔ایک حکمت فرقان یعنی معارف ودقائق قرآن۔دوسری تاثیر قرآن جو موجب تزکیہ نفوس ہے۔قرآن کی حفاظت سے مراد صرف لفظی اور ظاہری حفاظت ہی نہیں بلکہ حفاظت فوائدوتاثیرات قرآنی بھی ہے۔اس کے لئے ضروری ہے کہ وقتاً فوقتاً اُمّت میں نائب رسول آویں۔

’’اللہ جلّشانہ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ ﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ (الحجر:10)۔یعنی ہم نے ہی اس کتاب کو اتارااور ہم ہی اس تنزیل کی محافظت کریں گے۔اس میں اس بات کی تصریح ہے کہ یہ کلام ہمیشہ زندہ رہے گااوراس کی تعلیم کوتازہ رکھنے والےاوراس کا نفع لوگوں کوپہنچانے والے ہمیشہ پیدا ہوتے رہیں گے۔اوراگر یہ سوال ہو کہ قرآن کے وجود کا فائدہ کیا ہے جس فائدہ کے وجود پر اس کی حقیقی حفاظت موقوف ہے تواس دوسری آیت سے ظاہر ہے ﴿هُوَالَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْاعَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾ (الجمعة:3)۔اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ: قرآن کے بڑے فائدے دو ہیں جن کے پہنچانے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تھے۔ایک حکمت فرقان یعنی معارف و دقائق قرآن۔دوسری تاثیر قرآن جوموجب تزکیہ نفوس ہے۔

اورقرآن کی حفاظت صرف اسی قدر نہیں جواس کے صحف مکتوبہ کوخوب نگہبانی سے رکھیں کیونکہ ایسے کام تواوائل حال میں یہود اور نصاریٰ نے بھی کئے یہاں تک کہ توریت کے نقطے بھی گن رکھے تھے۔ بلکہ اس جگہ مع حفاظت ظاہری، حفاظتِ فوائد وتاثیراتِ قرآنی مراد ہے۔اوروہ موافق سنت اللہ کے تبھی ہوسکتی ہے کہ جب وقتاً فوقتاً نائب رسول آویں جن میں ظلّی طور پر رسالت کی تمام نعمتیں موجود ہوں اور جن کووہ تمام برکات دی گئی ہوں جو نبیوں کو دی جاتی ہوں۔جیسا کہ ان آیات میں اسی امرعظیم کی طرف اشارہ ہےاوروہ یہ ہے کہ ﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ۔ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ۔ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا۔ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا۔ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾(سورة النور:56)

پس یہ آیت درحقیقت اس دوسری آیت ﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ (الحجر:10) کے لئے بطور تفسیر کے واقعہ ہےاوراس سوال کا جواب دے رہی ہے کہ حفاظت قرآن کیونکر اور کس طور سے ہوگی۔سوخدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ مَیں اس نبی کریم کے خلیفے وقتاً فوقتاً بھیجتا رہوں گا۔اور خلیفہ کے لفظ کواشارہ کے لئے اختیار کیا گیا کہ وہ نبی کے جانشین ہوں گے اوراس کی برکتوں میں سے حصہ پائیں گے جیسا کہ پہلے زمانوں میں ہوتا رہا۔اوران کے ہاتھ سے برجائی دین کی ہوگی اور خوف کے بعد امن پیدا ہوگا۔یعنی ایسے وقتوں میں آئیں گے کہ جب اسلام تفرقہ میں پڑا ہوگا۔پھران کے آنے کے بعد جواُن سے سرکش رہے گا وہی لوگ بدکار اور فاسق ہیں۔یہ اس بات کا جواب ہے کہ بعض جاہل کہا کرتے ہیں کہ کیا ہم پر اولیاء کا ماننا فرض ہے۔سواللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بیشک فرض ہےاوراُن سے مخالفت کرنے والے فاسق ہیں اگر مخالفت پر ہی مریں۔

اس جگہ معترض صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ﴾ (المائدہ:4)۔اور پھراعتراض کیا ہے کہ جب کہ دین کمال کوپہنچ چکا ہےاورنعمت پوری ہوچکی ہے تو پھر نہ کسی مجدّد کی ضرورت ہے نہ کسی نبی کی۔مگرافسوس کہ معترض نے ایسا خیال کرکے خود قرآن کریم پراعتراض کیا ہے کیونکہ قرآن کریم نے اس امّت میں خلیفوں کے پیدا ہونے کا وعدہ کیا ہے جیسا کہ ابھی گزر چکا ہےاورفرمایا ہے کہ ان کے وقتوں میں دین استحکام پکڑے گااورتزلزل اور تذبذب دُور ہوگا اور خوف کے بعد امن پیدا ہوگا‘‘۔

(شہادۃ القرآن ۔ روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 338-339)

❁ ❁ ❁ ❁ .... ❁ ❁ ❁ ❁

فرمودات خلفاء

قرآن کریم کا شفا بخش نسخہ

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

’’عرب جاہل تھے۔وحشی تھے۔خدا سے دور تھے۔محکوم نہ تھے تو حاکم بھی نہ تھےیض؟ مگر جب انہوں نے قرآن کریم کا شفا بخش نسخہ استعمال کیا تو وہی جاہل دنیا کے استاداور معلّم بنے۔وہی وحشی متمدّن دنیا کے پیش رَو اور تہذیب وشائستگی کے چشمے کہلائے۔وہ خدا سے دور کہلانے والے خدا پرست اور خدا میں ہوکر دنیا پر ظاہر ہوئے۔وہ جو حکومت کے نام سے بھی ناواقف تھے دنیا بھر کے مظفر ومنصور اور فاتح کہلائے۔غرض کچھ نہ تھے سب کچھ ہوگئے۔مگر سوال یہی ہے کیونکر؟ اسی قرآن کریم کی بدولت۔اسی دستور العمل کی رہبری سے۔پس تیرہ سو برس کا ایک مجرّب نسخہ موجود ہے جو اس قوم نے استعمال کیا جس میں کوئی خوبی نہ تھی اور خوبیوں کی وارث اور نیکیوں کی ماں بنی۔غرض یہ مجرّب نسخہ ہے کہ جس قدر خدا تعالیٰ کے قُرب اور سُکھ کی تلاش چاہو اسی قدر محامد الٰہیہ اور صفات باری تعالیٰ پر ایمان لاؤ۔کیونکہ اسی قدر انسان رذائل سے بچے گا اور پسندیدہ باتوں کی طرف قدم اٹھائے گا۔

حاصل کلام ابرار بننے کے لئے مندرجہ بالا اصول کو اپنا دستور العمل بنانا چاہئے۔میں نے ذکر یہ شروع کیا تھا کہ شاکر گروہ کا دوسرا نام قرآن کریم نے ابرار رکھا ہےاور انکی جزا یہ بتلائی ہے کہ کافوری پیالوں سے پئیں گے۔چنانچہ فرمایا اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا۔پہلے ان کو اس قسم کا شربت پینا چاہئے کہ اگر بدی کی خواہش پیدا ہو تو اس کو دبا لینے والا ہو۔کافور کہتے ہی دبا دینے والی چیز کو ہیں۔اور کافور کے طبّی خواص میں لکھا ہے کہ وہ سمّی امراض کے موادردّیہ اور فاسدہ کو دبا لیتا ہےاور اسی لئے وبائی امراض طاعون اور ہیضہ اور تپ وغیرہ میں اس کا استعمال بہت مفید ہے۔تو پہلے انسان یعنی سلیم الفطرت انسان کو کافوری شربت مطلوب ہے۔قرآن کریم کے ایک دوسرے مقام پر فرمایا ہے۔﴿ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ﴾۔پھر وارث کیا ہم نے اپنی کتاب کا ان لوگوں کو جو برگزیدہ ہیں۔پس بعض ان میں سے ظالموں کا گروہ ہے جو اپنے نفس پر ظلم کرتے ہیں اور جبر واکراہ سے نفس امّارہ کو خدا تعالیٰ کی راہ پر چلاتے ہیں اور نفس سرکش کی مخالفت اختیار کرکے مجاہدات شاقہ میں مشغول ہیں‘‘۔

(حقائق الفرقان ۔جلد چہارم صفحہ 287)

❁ ❁ ❁ ❁ ❁

اداریہ

ایک پُرمسرّت اور مبارک تقریب

ماہ مارچ کے آخری ہفتہ میں لندن میں سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے فرزند محترم صاحبزادہ مرزا وقاص احمد سلّمہٗ اللہ کے نکاح وشادی خانہ آبادی کی نہایت پُرمسرّت ومبارک تقریبات منعقد ہوئیں۔ یہ تقریبات جہاں حضور ایدہ اللہ اور آپ کے اہل خانہ وافراد خاندان حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے مسرّت وشادمانی کا موجب تھیں وہاں اُس پرخلوص للّٰہی محبت کے محکم ومضبوط تعلق کی وجہ سے جو خلافت حقّہ اسلامیہ احمدیہ سے وابستہ افراد جماعت احمدیہ کو اپنے محبوب امام سے ہے، دنیا بھر میں پھیلے ہوئے احمدیوں کے لئے بھی دلی فرحت ومسرّت کا باعث ہوئیں۔ چنانچہ حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ کا فرمودہ خطبۂ نکاح تو MTA پر Live نشر ہوا اور یوں افراد جماعت احمدیہ عالمگیر کو اس خوشی میں شمولیت کا موقع نصیب ہوا۔

یہ محض کوئی دعویٰ نہیں بلکہ حقیقت ہے کہ خلیفۂ وقت اور جماعت ایک ہی وجود کے دو نام ہیں۔ ان کی خوشیاں اور غم سانجھے ہیں۔ خلیفۂ وقت کی خوشی ساری جماعت کے لئے خوشیوں کا موجب ہوتی ہے۔ امام وقت کی ایک مسکراہٹ سے کروڑوں احمدیوں کے دلوں میں مسرتوں کے پھول کھل اٹھتے ہیں اور افراد جماعت کی خوشیاں ان کی آنکھوں کے لئے ٹھنڈک کا باعث ہوتی ہیں۔ خلیفۂ وقت ہر احمدی کے دکھ سکھ میں شریک ہوتے اور اپنی محبت بھری متضرعانہ دعاؤں اور حسن تدابیر سے ان کی ترقی وبھلائی کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ؒ نے جماعت اور خلیفۂ وقت کے باہمی تعلقات کو اپنے منظوم کلام میں کس خوبصورتی سے بیان فرمایا ہے۔ آپ ؒ فرماتے ہیں ؎

تمہاری خوشیاں جھلک رہی ہیں مرے مقدر کے زائچے میں
تمہارے خونِ جگر کی مَے سے ہی میرا ابھرتا ہے جام کہنا
الگ نہیں کوئی ذات میری، تمہی تو ہو کائنات میری
تمہاری یادوں سے ہی معنون ہے زیست کا انصرام کہنا
تمہاری خاطر ہیں میرے نغمے، مری دعائیں تمہاری دولت
تمہارے درد و الم سے تر ہیں مرے سجود و قیام کہنا

امر واقع یہ ہے کہ خاندان حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام میں ہونے والی ہر شادی اور ولادت خدا تعالیٰ کے فضل سے ایک خاص تائیدی نشان کا رنگ رکھتی ہے۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ جب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے اسلامی دعوت وتبلیغ میں مصروف تھے اس وقت آپ کے جدّی خاندان کا ایک بڑا حصہ آپ کی شدید مخالفت پر کمربستہ رہا اور آپ کے خلاف ہندوؤں اور عیسائیوں سے ساز باز کرتا رہا۔ آپ کی بار بار کی تنبیہ کے باوجود وہ لوگ اپنی شرارتوں سے باز نہیں آئے بلکہ آپ کی دشمنی اور عناد میں بڑھتے چلے گئے۔ اسی طرح بعض معاندین نے، نعوذ باللہ، آپ کے ابتر ہونے اور آپ کے سلسلہ کے نابود ہونے کی تعلّیاں کیں۔ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بار بار الہاماً یہ خبر دی کہ "یَنْقَطِعُ اٰبَآؤُکَ وَیُبْدَءُ مِنْکَ"۔ یعنی تیرے باپ دادوں کا ذکر منقطع ہو جائے گا اور تیرے بعد سلسلہ خاندان کا تجھ سے شروع ہوگا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ خبر دی کہ:

"تیری نسل بہت ہوگی اور مَیں تیری ذریّت کو بہت بڑھاؤں گا اور برکت دوں گا.......... تیری نسل کثرت سے ملکوں میں پھیل جائے گی اور ہر یک شاخ تیرے جدّی بھائیوں کی کاٹی جائے گی اور وہ جلد لاولد رہ کر ختم ہو جائے گی۔ اگر وہ توبہ نہ کریں گے تو خدا ان پر بلا پر بلا نازل کرے گا یہاں تک کہ وہ نابود ہو جائیں گے۔ ان کے گھر بیواؤں سے بھر جائیں گے اور ان کی دیواروں پر غضب نازل ہوگا۔ لیکن اگر وہ رجوع کریں گے تو خدا رحم کے ساتھ رجوع کرے گا.......... تیری ذرّیت منقطع نہیں ہوگی اور آخری دنوں تک سرسبز رہے گی.......... مَیں تیرے خالص اور دلی محبّوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس واموال میں برکت دوں گا اور ان میں کثرت بخشوں گا"۔ (از اشتہار 20/ فروری 1886ء)

چنانچہ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا۔ آپ کے جدّی بھائیوں کی ہر شاخ کاٹی گئی جبکہ آپ کی مبارک نسل اور جماعت خدائی بشارات کے مطابق دیکھتے ہی دیکھتے ملکوں میں پھیل گئی۔ جس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعویٰ فرمایا تھا اس وقت آپ کے خاندان کے ستّر کے قریب مرد تھے لیکن اب ان کے سوا جو حضرت مسیح موعودؑ کی جسمانی یا روحانی اولاد ہیں ان ستّر میں سے کسی ایک کی بھی اولاد موجود نہیں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی اولاد کے لئے جو دعائیں کی تھیں وہ بڑی شان کے ساتھ پوری ہوئیں اور ہوتی چلی جا رہی ہیں۔ آپؑ کے منظوم دعائیہ کلام میں سے چند بند ملاحظہ ہوں ؎

لختِ جگر ہے میرا محمود بندہ تیرا
دے اس کو عمر و دولت کر دور ہر اندھیرا
دن ہوں مرادوں والے پُر نور ہو سویرا
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِی

اس کے ہیں دو برادر ان کو بھی رکھیو خوشتر
تیرا بشیر احمد تیرا شریف اصغر
کر فضل سب پہ یکسر، رحمت سے کر معطر
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِی

اہل وقار ہوویں فخرِ دیار ہوویں
حق پر نثار ہوویں مولیٰ کے یار ہوویں
بابرگ و بار ہوویں اک سے ہزار ہوویں
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِی

عزیزم محترم صاحبزادہ مرزا وقاص احمد سلّمہٗ اللہ حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ کے بیٹے، حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کے پوتے اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے فرزند گرامی حضرت مرزا شریف احمد صاحب ؓ کے پڑپوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے فضل اور رحمت سے معطّر مسیح پاک علیہ السلام کا یہ مقدّس شجر بابرگ وبار ہے اور اک سے ہزار ہوتا ہوا الٰہی بشارتوں کے مطابق مسلسل ترقی پذیر ہے۔

ادارہ الفضل انٹرنیشنل اپنی طرف سے اور تمام قارئین کی جانب سے حضور ایدہ اللہ اور حضرت بیگم صاحبہ مدظلّہا، صاحبزادہ مرزا وقاص احمد سلمہ اللہ اور تمام افراد خاندان حضرت مسیح موعودؑ کو اس پُرمسرّت موقع پر دلی مبارکباد پیش کرتے ہوئے دعا گو ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے بے پایاں رحم وکرم سے بوستان احمد کو ہمیشہ سرسبز وشاداب رکھے اور مسیح پاک علیہ السلام کی دعاؤں کا فیض آپ کی جسمانی اور روحانی اولاد کو ہمیشہ حاصل رہے اور ابناء فارس کا یہ گروہ توحید حقیقی کو مضبوطی سے تھامتے ہوئے حقیقی ایمان کو دنیا میں قائم کرنے کے سلسلہ میں اپنی ذمہ داریوں کو احسن رنگ میں ادا کرنے کی توفیق پائے۔ اور خدا کرے کہ ہمارا شمار بھی 'خالص اور دلی محبوں' کے اس گروہ میں ہو جس کو بڑھانے اور 'ان کے نفوس واموال میں برکت' دینے کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے۔ آمین

(نصیر احمد قمر)

مبارک ہو بیٹے کی شادی رچانا

انتخاب از منظوم کلام حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

مبارک یہ جوڑا ہو فضلِ خدا سے
قدم ان کے بھٹکیں نہ راہِ وفا سے
مبارک ملیں ان کی کھیتی سے فصلیں
چلیں ان سے یا رب بہت پاک نسلیں
ملے ان کو ہر دین و دنیا کی نعمت
دلوں پر ہو غالب خدا کی محبت
پھلے اور پھولے یہ گلشن تمہارا
بھرے موتیوں سے یہ دامن تمہارا
دعا میری سن لے خدائے مُجیب
کہا جس نے رحمت سے اِنِّیْ قَرِیْب

(آمین)

تہنیت

برموقع شادی خانہ آبادی صاحبزادہ مرزا وقاص احمد سلّمہٗ اللہ

خدا نے اپنی رحمت سے دکھایا یہ مبارک دن
بنے نوشہ وقاص احمد کمال دلربائی سے
بہت خوشیاں ملیں اور گھر ہو اُن کا رُوکش جنت
نئے جیون میں شیرینی زیادہ ہو مٹھائی سے
ملے وافر اُنہیں حصہ مسیحا کی دعاؤں سے
بہت روشن ہو یہ شاخِ چمن رنگِ حنائی سے
دعا گو ہوں مرے آقا ہوں آنکھیں آپ کی ٹھنڈی
رہے دل شاد ان بچوں کے حسن پارسائی سے
انہیں مولیٰ کرے اک سے ہزار اور شادمانی دے
سراپا خیر و برکت نوبہار زندگانی دے

(جمیل الرحمٰن۔ ہالینڈ)

اسلام میں شوریٰ کا نظام

عہد نبوی ﷺ میں مشاورت

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ تشریف آوری سے مسلمانوں کی مدنی زندگی کے نئے دور کا آغاز ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں ایک باقاعدہ حکومت کی بنیاد رکھی جس کی مضبوطی کے لئے مدینہ میں آباد یہودی قبائل کے ساتھ آپ نے ایک عمرانی معاہدہ کے ذریعہ امن وامان قائم فرمایا اور مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان سیاسی اور سماجی تعلقات کو استوار کیا۔ آپ نے اسلامی حکومت کے نظم ونسق کے جملہ امور کے بارے میں جو طریق اختیار فرمایا اس میں صحابہ کرام سے مشورہ لینا بھی شامل تھا چنانچہ اجتماعی مفادات سے تعلق رکھنے والے تمام سیاسی سماجی اقتصادی اور فوجی معاملات آپ صلی اللہ علیہ وسلم بالعموم باہمی مشورہ سے طے فرماتے تھے۔ یہ مشورہ بھی دراصل وحی الٰہی کے تابع ہی ہوتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسب ضرورت پہلے صحابہ کرام سے مشورہ فرماتے۔ ﴿فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ﴾ کے تحت آپ جس مشورہ کو چاہتے قبول فرماتے اور جس کو چاہتے مسترد فرمادیا کرتے تھے۔ بہرحال اجتماعی امور کے متعلق حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فیصلے فرمائے ان میں صحابہ کرام کی رائے کو شامل کرنے کی آنحضورؐ ہمیشہ کوشش فرماتے رہے۔ البتہ بعض اوقات عام احباب سے مشورہ کیا جاتا تھا اور بعض اوقات چند مخصوص صحابہ سے جو زیر مشورہ امور میں ماہر کی حیثیت رکھتے تھے۔

اسلامی مجلس شوریٰ کا پہلا اجتماع

عہد نبوی میں صحابہ کرام سے مشورہ کرنے کی بیشتر مثالوں کا تعلق فوجی معاملات سے ہے۔ کسی جنگی صورت حال میں مشورہ کرنے کا پہلا واقعہ جنگ بدر سے تعلق رکھتا ہے۔ جنگ بدر کی تفصیل میں جانے کا تو یہ موقع نہیں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ یہ معرکہ اچانک پیش آگیا تھا اور مسلمان بغیر تیاری کے نہایت بے سروسامانی کی حالت میں مدینہ سے نکل کھڑے ہوئے تھے۔ شروع میں کفار کے ایک تجارتی قافلے کا سامنا تھا لیکن بعد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کے لشکر کی اطلاع ملی تو مدینہ سے کچھ دور جاکر آپ ایک مقام پر رک گئے۔ اور تمام صحابہ کو مشورے کے لئے جمع کیا۔

اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ فرماتے ہیں:

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کو جمع کرکے ان سے مشورہ پوچھا کہ اب کیا کرنا چاہئے۔ بعض صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ظاہری اسباب کا خیال کرتے ہوئے تو یہی بہتر معلوم ہوتا ہے کہ قافلے سے سامنا ہو کیونکہ لشکر کے مقابلہ کے لئے ہم ابھی پوری طرح تیار نہیں ہیں۔ مگر آپ نے اس رائے کو پسند نہ فرمایا۔ دوسری طرف اکابر صحابہ نے یہ مشورہ سنا تو اٹھ اٹھ کر جان نثارانہ تقریریں کیں اور عرض کیا ہمارے جان و مال سب خدا کے ہیں۔ ہم ہر میدان میں ہر خدمت کے لئے حاضر ہیں۔ چنانچہ مقداد بن اسود جن کا دوسرا نام مقداد بن عمرو بھی تھا، نے کہا: یارسول اللہ! ہم موسیٰ کے اصحاب کی طرح نہیں ہیں کہ آپ کو یہ جواب دیں کہ جاتُو اور تیرا خدا جاکر لڑو ہم یہیں بیٹھے ہیں بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ آپ جہاں بھی چاہتے ہیں چلیں ہم آپ کے ساتھ ہیں اور ہم آپ کے دائیں اور بائیں اور آگے اور پیچھے ہوکر لڑیں گے۔ آپ نے یہ تقریر سنی تو آپ کا چہرہ مبارک خوشی سے تمتمانے لگ گیا۔ مگر اس موقع پر بھی آپ انصار کے جواب کے منتظر تھے اور چاہتے تھے کہ وہ بھی کچھ بولیں کیونکہ آپ کو یہ خیال تھا کہ شاید انصار یہ سمجھتے ہوں کہ بیعت عقبہ کے ماتحت ہمارا فرض صرف اس قدر ہے کہ اگر عین مدینہ پر کوئی حملہ ہو تو اس کا دفاع کریں۔ چنانچہ باوجود اس قسم کی جان نثارانہ تقریروں کے آپ یہی فرماتے گئے کہ اچھا پھر مجھے مشورہ دو کہ کیا کیا جائے۔ سعد بن معاذ رئیس اوس نے آپ کا منشاء سمجھا اور انصار کی طرف سے عرض کیا۔ یارسول اللہ! شاید آپ ہماری رائے پوچھتے ہیں۔ خدا کی قسم! جب ہم آپ کو سچا سمجھ کر آپ پر ایمان لے آئے ہیں اور ہم نے اپنا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں دے دیا ہے تو پھر اب آپ جہاں چاہیں چلیں ہم آپ کے ساتھ ہیں اور اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے اگر آپ ہمیں سمندر میں کود جانے کو کہیں تو ہم کود جائیں گے اور ہم میں سے ایک فرد بھی پیچھے نہیں رہے گا اور آپ انشاء اللہ ہم کو لڑائی میں صابر پائیں گے اور ہم سے وہ بات دیکھیں گے جو آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈا کرے گی۔''

(سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ ۳۵۴۔۳۵۵)

غرض مسلمانوں کا یہ وہ مشاورتی اجتماع تھا جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے مشورہ لینے کے لئے پہلی دفعہ بلایا تھا۔ اس موقع پر صحابہ کرام نے جس جان نثارانہ اور فدائیانہ رنگ میں مشاورتی کردار ادا کیا دنیا میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔

اسیران بدر کے معاملہ میں مشاورت

جنگ بدر سے فاتحانہ واپسی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسیران بدر کا معاملہ بھی باہمی مشاورت سے طے فرمایا۔ عرب میں اگرچہ جنگی قیدیوں کو بالعموم قتل کردینے یا مستقل طور پر غلام بنا لینے کا دستور تھا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت پر یہ بات سخت ناگوار گزرتی تھی اور ابھی تک چونکہ اس بارہ میں وحی الٰہی نازل نہیں ہوئی تھی اس لئے آپ نے قیدیوں کے بارہ میں صحابہ کرام سے رائے طلب فرمائی۔ سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! یہ لوگ چچیرے بھائی اور کنبے قبیلے کے لوگ ہیں میری رائے ہے کہ آپ ان سے فدیہ لے لیں۔ اس طرح جو کچھ ہم لیں گے وہ کفار کے خلاف ہماری قوت کا ذریعہ ہوگا اور یہ بھی متوقع ہے کہ اللہ انہیں ہدایت دے دے اور وہ ہمارے بازو بن جائیں''۔ (مسند احمد بن حنبل جلد اول صفحہ ۳۰۔۳۱ مطبوعہ بیروت)

مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس رائے سے اختلاف کرتے ہوئے یہ موقف اختیار کیا کہ دین کے معاملہ میں رشتہ داری کا کوئی پاس نہیں ہونا چاہیئے۔ چنانچہ انہوں نے کہا۔:

''یہ لوگ خدا کے دشمن اور آپ کے مکذّب ہیں۔ آپ کو مکہ سے نکالنے والے ہیں۔ جنگ کے لئے لشکر جرار لے کر نکلے اور مسلمانوں کو مصیبت میں ڈال دیا۔ یہ لوگ کفر کے ستون اور گمراہی کے نشان ہیں ان کو مٹادینے ہی میں اسلام کی ترقی ہے۔ اے اللہ کے رسول! آپ ان کی گردنیں اڑانے میں تأمل نہ فرمائیں۔ بلکہ میری تو یہ بھی رائے ہے کہ مسلمانوں کو حکم دیا جاوے کہ وہ خود اپنے ہاتھ سے اپنے رشتہ داروں کو قتل کریں۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ گفتگو خاموشی سے سنی اور کچھ جواب نہ دیا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ دوسری مرتبہ حاضر ہوئے پھر اسی سفارش کا اعادہ کیا اور وہی قرابت و رحمت وشفقت کا واسطہ پیش کیا اور آخر میں ان کے اسلام لے آنے کی توقع ظاہر کی ان کے ساتھ حضرت عمر بن الخطابؓ کسی رعایت اور رواداری کے بغیر اسی انداز میں مصروف گفتگو رہے جیسے ترازو کے دونوں پلڑے رکھنے میں مشغول ہیں۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر دونوں جب اپنی سفارش عرض کر چکے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذرا دیر کے لئے اپنے خیمے میں تشریف لے گئے۔ پھر باہر قدم رنجہ فرمایا۔ مسلمان فیصلہ سننے کے لئے چشم براہ ہی تھے ان میں سے بعض حضرت ابوبکر کے ہم نوا اور کچھ لوگ عمر کی رائے سے متفق تھے۔ آنحضرتؐ نے ازسرنو مشورہ طلب فرمایا تب بھی مسلمانوں نے پہلی ہی دونوں رائیں پیش کیں''۔

(۱۔ مسند احمد بن حنبل جلد اول صفحہ ۳۱ مطبوعہ بیروت ۲۔ حیات محمدؐ مصنفہ محمد حسین ہیکل مترجمہ صفحہ ۳۳۰)

آنحضرت صلی اللہ وسلم نے بالآخر اپنے فطرتی جذبہ ترحم کی بنا پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے کو پسند فرمایا اور قیدیوں کو قتل کرنے کا مشورہ قبول نہ کیا۔ آپ نے یہ فیصلہ صادر فرمایا کہ جو قیدی اپنا فدیہ وغیرہ ادا کردیں ان کو چھوڑ دیا جائے۔ چنانچہ بعد میں وحی الٰہی کے نزول سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فیصلہ کی توثیق ہوگئی۔ (سورہ محمد آیت ۵)

مجلس شوریٰ کا ایک بنیادی اجلاس

اہل مکہ کو معرکہ بدر میں شکست و ہزیمت سے جو زک پہنچی تھی اور اپنے سرداران واشراف کے قتل کا جو صدمہ اٹھانا پڑا تھا اس کی وجہ سے وہ غیظ وغضب کی آگ میں جل رہے تھے اور مسلمانوں سے انتقام لینے کے لئے از سرنو جنگ کی تیاریوں میں مصروف تھے چنانچہ ۳ ہجری میں جب کفار کا لشکر حرکت میں آیا اور اس کی خبر مدینہ میں پہنچی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عام مشاورتی اجلاس طلب فرمایا جس میں تمام صحابہ شریک تھے۔ کفار مکہ کی کثرت تعداد اور بہترین جنگی صلاحیت کے پیش نظر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے یہ تھی کہ مدینہ میں رہ کر دشمن کا مقابلہ کیا جائے۔ آپ کے نزدیک حالات پیش آمدہ میں کفار کے مقابلہ کے لئے دفاعی حکمت عملی اختیار کرنا قرین مصلحت تھا۔ چنانچہ اس بارہ میں سیرت ابن ھشام جلد دوم میں لکھا ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے نکل کر اور قریش کے پڑاؤ پر پہنچ کر حملہ کرنے کو مناسب نہ سمجھتے تھے (صفحہ ۴۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس رائے سے بعض کبار صحابہ کو بھی اتفاق تھا لیکن اس کے باوجود آپ نے تمام صحابہ کرام پر مشتمل مجلس مشاورت کو اس مسئلہ پر غور وفکر کی دعوت دی۔ آپ یہ چاہتے تھے کہ دشمن کے مقابلہ کے لئے باہمی مشورہ سے کوئی متفقہ فیصلہ کرلیا جاوے۔

اس مجلس شوریٰ میں ایک خاصے بڑے طبقے کی رائے یہ تھی کہ شہر سے باہر نکل کر کھلے میدان میں دشمن کا مقابلہ کرنا بہتر ہوگا۔ اس پُر جوش اور دلیر طبقہ میں جوشیلے نوجوانوں کے علاوہ متعدد تجربہ کار اور صاحبان فہم وفراست بھی شامل تھے۔ نوجوانوں میں اکثریت ان کی تھی جو جنگ بدر میں شرکت سے محروم رہ گئے تھے اور اب موقع غنیمت سمجھ کر داد شجاعت دینے کے لئے بے تاب تھے۔ وہ صحابہ کرام جن کے حوصلے جنگ بدر میں فتح نے بڑھا رکھے تھے قلعہ بند ہوکر لڑنے کو بزدلی پر محمول کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ اس طرح دشمن ہمیں کمزور سمجھے گا۔ ان گرم جوش اور سربرآوردہ اصحاب میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سرفہرست تھے جو معرکہ بدر میں اپنی تلوار کے جوہر دکھا چکے تھے۔ کھلے میدان میں نکل کر لڑنے والوں کے جوش و جذبہ کا یہ عالم تھا کہ ایک پرجوش نوجوان صحابی بے اختیار یہ کہہ اٹھے کہ ہم سے یہ گوارا نہیں ہوسکتا کہ کفار مکہ واپس لوٹ کر یہ اعلان کرتے پھریں کہ مسلمان ہم سے ڈر کر یثرب کے قلعوں میں دبک کر بیٹھ گئے ہیں۔

حضرت رسول کریم ﷺ نے جب صحابہ کی اکثریت کا یہ جوش وخروش دیکھا تو آپ نے اکثریت

Fozman Foods

BUYING GROUP FOR GROCERS & C.T.N. SHOPS

2 SANDY HILL ROAD, ILFORD, ESSEX

TEL: 020 8553-3611

کی اس رائے کے پیش نظر مدینہ سے باہر نکل کر لڑنے کے مشورہ کو قبول فرمالیا۔

یہ جمعہ کا دن تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جمعہ کے بعد مسلمانوں میں جہاد کی غرض سے غزوہ میں شامل ہونے کی عام تحریک فرمائی اس کے بعد آپ اندرون خانہ تشریف لے گئے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی مدد سے آپ نے عمامہ باندھا اور زرہ پہنی اور تلوار حمائل کی۔ جب تک رسول اللہ گھر کے اندر تھے باہر صحابہ آپ کے لئے چشم براہ تھے اور آپس میں قلعہ بندی یا میدان مبارزت کے بارہ میں محو گفتگو تھے۔ اس دوران بعض اہل الرائے صحابہ نے لوگوں سے کہا کہ دیکھو! مدینہ سے باہر نکل کر لڑنے پر تمہیں اصرار نہیں کرنا چاہئیے تھا۔ چنانچہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تو ان لوگوں نے آگے بڑھ کر فیصلے پر نظر ثانی کی درخواست کی اور عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارا مقصد آپ کی رائے کی مخالفت کرنا نہیں تھا آپ قلعہ بند ہو کر دشمن کا مقابلہ کریں یا کھلے میدان میں صف آرائی کا حکم دیں ہمیں مجال انکار نہیں ہے۔ ہم ہر حال میں آپ کی اطاعت کے لئے حاضر ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ پر نظر ثانی کی درخواست کو عزیمت رسول کے خلاف قرار دے کر فیصلہ بدلنے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ جب میں نے تم کو اپنی رائے سے آگاہ کیا تھا تو تم نے اس سے اتفاق نہ کیا اب خدا کے نبی کی شان سے بعید ہے کہ ایک مرتبہ زرہ پہن لینے کے بعد بغیر جنگ کئے اسے اتار دے۔

(۱۔ سیرت ابن ھشام جلد دوم صفحہ ۴۴' ۲۔ سیرت خاتم النبین صفحہ ۴۸۵۔۴۸۶' ۳۔حیات محمد صفحہ ۳۵۶ تا ۳۵۹' ۴۔الرحیق المختوم صفحہ ۳۹۳۔۳۹۴)

یہ ایک اہم مجلس شوریٰ تھی جو جنگ اُحد کے موقع پر منعقد ہوئی تھی۔ احد کی لڑائی میں جو واقعات رونما ہوئے ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں البتہ اس واقعہ کے بارہ میں سورہ آل عمران کی جو آیات نازل ہوئیں ان میں آیہ کریمہ ﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۔ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۔اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ﴾۔(سورة آل عمران آیت ۱۶۰) بھی شامل ہے۔

حضرت امام بخاریؒ اپنی صحیح بخاری کتاب الاعتصام بالکتاب و السنة میں فرماتے ہیں:

''مشاورت عزم اور معاملہ کے کھل جانے سے پہلے پہلے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مطابق کہ ﴿فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ﴾ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عزم کر لیا تو کسی بشر کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے قدم آگے رکھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کی جنگ کے موقع پر صحابہ سے مشورہ فرمایا کہ مدینہ میں رہ کر مقابلہ کیا جائے یا مدینہ سے باہر نکل کر۔ صحابہ نے باہر نکل کر مقابلہ کرنے کی رائے دی۔ جب حضور ہتھیار بند ہو گئے اور باہر نکلنے کا عزم فرمالیا تو صحابہ نے مشورہ دیا کہ مدینہ میں ہی رہا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عزم کے بعد ان کے اس مشورہ کی طرف کوئی توجہ نہ دی اور فرمایا کسی نبی کے لئے مناسب نہیں کہ جب وہ ہتھیار بند ہو جائے تو پھر وہ ہتھیار اتار دے جب تک کہ اللہ تعالیٰ حکم نہ دے''

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے سورہ آل عمران کے درس کے دوران اس آیہ کریمہ کی جو تفسیر بیان فرمائی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جنگ احد کا آغاز مشورہ سے ہوا اور لوگوں کا مشورہ ماننے کے نتیجہ میں تکلیف پہنچی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے رسول! تو نے نرم دلی کی وجہ سے ان کی بات مان لی تھی۔ لیکن اس واقعہ کے بعد ہم تجھے حکم دیتے ہیں کہ ﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ﴾ ۔ لوگوں سے مشورہ کر لیا کر لیکن ﴿فاذا فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ﴾ آخری فیصلہ تو نے خود کرنا ہے اور جب تو فیصلہ کر لے تو لوگوں پر نہیں اللہ پر توکل کرنا ہوگا لوگ تیرے کام نہیں آئیں گے مگر اللہ تیرے کام آئے گا اور اللہ کی خاطر تُو جو فیصلے کرے گا وہ لازماً ان کی تائید میں تیری پشت پر کھڑا ہوگا۔

غیر ملکی طریق جنگ اختیار کرنے کا مشورہ

جنگ بدر اور احد کے بعد مسلمانوں کے خلاف کفار مکہ کی دشمنی انتہاء کو پہنچ گئی چنانچہ انہوں نے عرب کے تمام قبائل کو اکسا کر ایک متحدہ محاذ تشکیل دیا اور اپنی ساری طاقتیں مجتمع کر کے ایک لشکر جرار کے ساتھ مدینہ پر یلغار کا تہیہ کر لیا۔ اس لشکر کی نقل و حرکت کی خبر جب مدینہ پہنچی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کے حملہ کی مدافعت کے بارہ میں صحابہ کرام کو مشورہ کے لئے طلب فرمایا۔ اس مشاورت میں ایران سے تعلق رکھنے والے ایک جلیل القدر صحابی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بھی شریک تھے۔ چونکہ وہ عجمی طریق جنگ سے واقف تھے انہوں نے حضور کو مشورہ دیا کہ مدینہ کے وہ حصے جو غیر محفوظ ہیں ان کے سامنے ایک لمبی اور گہری خندق کھود کر مدینہ کے دفاع کو مضبوط بنا لیا جائے۔ اگرچہ خندق کھودنے کا طریق عربوں کے لئے بالکل نیا تھا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مشورہ کو منظور فرمالیا اور خندق کھودنے کا حکم صادر فرمایا۔(سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ ۵۷۴۔۵۷۵۔)

جنگ احزاب کے موقع پر خندق کھودنے کا مشورہ بڑا صائب اور مدینہ کے دفاع کا طریق بڑا کارگر ثابت ہوا۔ کفار کا محاصرہ طول کھینچ گیا۔ تو اس اثنا میں کفار مکہ کے حلیف بنوغطفان طویل محاصرہ سے گھبرا گئے تھے۔ چنانچہ ان کا ایک سردار حارث غطفانی ان کی طرف سے بطور سفیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ تجویز پیش کی کہ اگر مدینہ کی پیداوار کا نصف بطور خراج ہمیں دینا منظور ہو تو ہم کفار کا ساتھ چھوڑنے کے لئے تیار ہیں۔

بنوغطفان بڑے حریص اور لالچی واقع ہوئے تھے جو فریق بھی انہیں لالچ دیتا اس کے ساتھ مل جاتے تھے۔ غزوہ احزاب میں یہود نے انہیں خیبر کی آمدنی کا نصف حصہ دینے کی شرط پر اپنے ساتھ ملا رکھا تھا بہر حال اس سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت سعد بن عبادہ اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہما سے مشورہ کیا تو انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اگر یہ حکم خداوندی ہے تو مجال انکار نہیں لیکن اگر مشورہ کی غرض سے حضور نے استفسار فرمایا ہے تو عرض ہے کہ جاہلیت کے زمانہ میں کوئی دشمن مدینہ سے خراج وصول کرنے کی جرأت نہیں کر سکا اور اب تو اسلام نے ہمارے سر بلند کر دیئے ہیں ہم ایسے کسی معاہدہ کو قبول کرنے کی بجائے لڑ کر مر جانے کو ترجیح دیں گے۔ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غطفانیوں سے گفت و شنید کا سلسلہ منقطع فرما دیا۔

(سیرت ابن ہشام جلد دوم صفحہ ۲۵۷۔۲۵۸ حیات محمد مصنفہ محمد حسین ہیکل صفحہ 419.420)

عہد نبوی ﷺ میں
اجتماعی مشورہ کی ایک اور مثال

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں جنگ کے سلسلہ میں پیش آنے والے معاملات کے بارہ میں مشورہ کرنے کی ایک اور مثال جنگ حنین سے تعلق رکھتی ہے۔

فتح مکہ کے موقع پر جب مسلمانوں کے دل اس عظیم الشان فتح پر خوشی سے سرشار تھے اور زبانیں اللہ تعالیٰ کی حمد کے گیت گا رہی تھیں عین اُس وقت مشرکین میں سے باقی ماندہ دو مشہور قبیلے بنو ہوازن اور وادی طائف کے بنو ثقیف مسلمانوں سے انتقام لینے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ قبل اس کے کہ مسلمان ان پر حملہ آور ہوں وہ خود آگے بڑھ کر مسلمانوں کا خاتمہ کر دیں۔ چنانچہ انہوں نے آناً فاناً قبیلہ ہوازن کے ایک خودسر نوجوان سردار مالک بن عوف کی سرکردگی میں ایک زبردست لشکر تیار کیا۔ مشرکین کے اس لشکر کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ جب وہ جنگ کے لئے نکلے تو اپنے سب مال مویشی اور بال بچے بھی اپنے ساتھ لے لئے تا کہ فوج اپنے بال بچوں کی حفاظت کے لئے جان لڑا کر مقابلہ کرے اور میدان چھوڑ کر بھاگنے کی کوشش نہ کرے دوسرے وہ اپنے ساتھ ایک ضعیف العمر بوڑھے آدمی کو ایک ہودے میں بٹھا کر ساتھ لائے جو اپنے زمانہ میں بڑا تجربہ کار اور ماہر جنگجو رہ چکا تھا۔ وہ لوگ اس کی فن حرب میں واقفیت سے فائدہ اٹھانا چاہتے تھے۔ جب میدان جنگ میں اس جہاندیدہ بوڑھے نے اونٹوں کی بلبلاہٹ۔ بھیڑ بکریوں کی منمناہٹ اور عورتوں اور بچوں کی چیخ پکار سنی تو اس نے دریافت کیا یہ کیا ماجرا ہے جب اس پر حقیقت حال کھلی تو اس نے مالک بن عوف کو مشورہ دیا کہ مال مویشی اور بال بچوں کو اپنے ساتھ رکھنے کی غلطی نہ کرو۔ یہ تو بیوی بچوں اور جانوروں کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف ہے۔ تم ان کو کسی محفوظ مقام پر ٹھہراؤ۔ فتح ہوئی تو سب تم سے آملیں گے۔ اگر تم شکست کھا گئے تو پھر تمہیں اہل اور مال کے سبب رسوا ہونا پڑے گا۔ (۱۔ سیرت ابن ہشام جلد دوم صفحہ ۵۲۳۔۵۲۴ ۲۔ شان محمد مصنفہ میاں عابد احمد صفحہ ۴۶۹۔۴۷۰) لیکن مغرور اور متکبر مالک بن عوف جس کے سر پر سارے عرب کا بادشاہ بننے کا خبط سوار تھا اس نے اس عقلمند بوڑھے کی بات سنی ان سنی کر دی۔ اور بالآخر جب وہ شکست کھا کر بھاگا تو وہ خود تو وادی طائف میں اپنے حلیف قبیلے بنو ثقیف کے مضبوط قلعوں میں چھپ کر بیٹھ گیا لیکن اپنے پیچھے چالیس ہزار اوقیہ چاندی۔ دو ہزار دو سو اونٹ۔ چالیس ہزار سے زیادہ بکریاں اور چھ ہزار مرد۔ عورتیں اور بچے چھوڑ گیا۔ (حیات محمد صفحہ ۵۴۰)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت کو ایک جگہ اکٹھا کرنے کا حکم دیا اور خود مشرکین کے سپہ سالار مالک بن عوف کی سرکوبی کے لئے آگے بڑھے۔ چونکہ وہ طائف میں قلعہ بند ہو گیا تھا اس لئے اس سے اغماض برتنا مزید فتنہ کا موجب بن سکتا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طائف میں ایک مقام پر رک گئے جس کا مقصد یہ تھا کہ یہاں جمع ہو کر از سر نو جنگ کے بارہ میں مشورہ کیا جائے۔ ادھر دشمن بھی تاک میں تھا اس مشاورت کے دوران بنو ثقیف نے قلعہ کی دیوار پر کھڑے ہو کر بڑے زور سے تیروں کی باڑھ ماری جس سے کئی مسلمان شہید ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً مشاورت گاہ بدل دی اور جنگی حکمت عملی کے بارہ میں غور جاری رکھا۔ اس موقع پر جو سب سے اہم مسئلہ زیر غور تھا وہ یہ تھا کہ آیا خیبر کے یہودیوں کا جس طرح محاصرہ کیا گیا تھا اسی طرح بنو ثقیف کا بھی محاصرہ کیا جائے تا کہ یہود کی طرح قلت رسد سے تنگ آ کر خود ہی قلعہ حوالہ کرنے پر مجبور ہو جائیں یا اگر مقابلہ کرنے کے لئے قلعوں سے باہر نکل آئیں تو ان کو مغلوب کر لینا آسان ہو جائے۔ اس محاصرہ میں منجنیق کے ذریعہ قلعوں پر سنگ باری کرنے پر بھی غور ہوا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے اس فن حرب کے متعلق اہل عجم کا طریق اختیار کرنے کا مشورہ دیا۔ لیکن سنگ باری کے ذریعہ محاصرہ توڑنے میں کوئی خاطر خواہ کامیابی نہ ہوئی۔ ازاں بعد بنو ثقیف کے انگوروں کے باغات کو پامال کرنے کا بھی مشورہ دیا گیا تا کہ وہ جلد راہ راست پر آ جائیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قبول نہ فرمایا البتہ اس تجویز کو صرف ان پر دباؤ ڈالنے کا ذریعہ بنایا گیا۔ چنانچہ دشمن کو زیر کرنے کے لئے اس قسم کی مختلف صورتیں زیر بحث آئیں۔ اس اثناء میں کچھ لوگ بنو ثقیف سے بھاگ کر رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے بتایا کہ اہل طائف کے پاس رسد کا اس قدر سامان موجود ہے کہ وہ ان کے لئے سال بھر کافی ہو سکتا ہے۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نوفل بن معاویہ دیلی سے مشورہ کیا اس نے کہا لومڑی اپنے بھٹ میں گھس گئی

باقی صفحہ نمبر 9پر ملاحظہ فرمائیں

www.Budget-Hardware.de
Web Designing
Callshop اور Internet Cafe's
نیز کمپیوٹر کا ہر قسم کا سامان ارزاں نرخوں پر دستیاب ہے
+49 179 9702505 +49 611 58027984
info@budget-hardware.de www.budget-hardware.de

خطبہ جمعہ

جب شوریٰ پر مشورے دیں تو صرف اس لئے نہ دیں کہ اپنے علم اور عقل کا اظہار کرنا ہے بلکہ اس لئے دیں کہ ان مشوروں پر عمل کرنے اور کروانے کے لئے ہم خود بھی ہر قسم کی قربانی دینے کے لئے تیار ہوں گے تبھی تمام دنیا کے نمائندگان شوریٰ خلافت اور نظام خلافت اور نظام جماعت کی حفاظت میں سچے ثابت ہو سکتے ہیں۔

(مشاورت سے متعلق آنحضرت ﷺ کے ارشادات کی روشنی میں نہایت اہم نصائح)

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز-فرمودہ 25/مارچ 2005ء بمطابق 25/امان 1384 ہجری شمسی، بمقام مسجد بیت الفتوح۔مورڈن،لندن۔

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريک له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله–

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم– بسم الله الرحمٰن الرحيم –

الحمدلله رب العٰلمين – الرحمٰن الرحيم – مٰلک يوم الدين – إياک نعبد و إياک نستعين –

اهدنا الصراط المستقيم – صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين–

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِکَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِی الْاَ مْرِفَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَکَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَکِّلِيْنَ﴾۔(سورة ال عمران آیت نمبر160)

حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو آخری شرعی نبی تھے اور تمام دنیا کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔جن پر خدا تعالیٰ نے وہ کلام اتارا جس نے تمام امور کا احاطہ کیا ہوا ہے۔اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا، اللہ تعالیٰ قدم قدم پر آپ کی رہنمائی فرماتا تھا اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کا یہ کہنا کہ شَاوِرْهُمْ فِی الْاَمْرِ کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو ہر اہم قومی معاملے میں اپنے لوگوں سے، اپنے ماننے والوں سے، اپنی ریاست میں رہنے والوں سے، اپنی حکومت کے زیر انتظام رہنے والوں سے، مشورہ لے لیا کر۔تو اس آیت کے مکمل مضمون سے بھی اس امر کی وضاحت ہوتی ہے۔ یہ تمام حکم جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر نازل فرمایا، یہ آیت جو نازل فرمائی یہ منافقین اور معترضین کی باتوں کا جواب ہے کہ تم جو یہ کہتے ہو کہ یہ نبی بڑا سخت دل اور اپنی مرضی ٹھونسنے والا ہے، کسی کی بات نہیں سنتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت سے تو ان کے لئے اتنا نرم دل واقع ہوا ہے کہ جس کی کوئی انتہا ہی نہیں ہے۔تُو تو اپنوں کے لئے بھی مجسم رحمت ہے اور غیروں کے لئے بھی عفو اور درگزر کی تلاش میں رہتا ہے۔اور اتنا نرم دل واقع ہوا ہے کہ جس کی کوئی مثال نہیں دی جا سکتی۔تُو اے نبی! منافقین سے بھی صرف نظر کرتے ہوئے نرمی کا سلوک کرتا ہے اور دشمنوں سے بھی نرمی کا سلوک کرتا ہے اور نہ صرف نرمی کرتا ہے بلکہ ریاستی معاملات میں بھی مشورہ کر لیتا ہے۔قومی معاملات میں مشورہ بھی کر لیتا ہے۔ چنانچہ ایک موقع پر رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول کو بھی جنگ کی حکمت عملی طے کرنے کے لئے مشورے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شامل فرمایا تھا۔اور ان منافقین کی اس بات کو ردّ کرنے کے لئے یہ دلیل بھی کافی ہے کہ جس طرح پروانوں کی طرح تیرے ارد گرد یہ ایمان والے اکٹھے رہتے ہیں اگر سخت دل ہوتا تو کبھی اس طرح اکٹھے نہ ہوتے بلکہ دور بھاگنے والے ہوتے۔اور آپؐ کی ہمدردی اور لوگوں کو اہمیت دینے نے جو بہت سے دور ہٹے ہوئے تھے، جن کو منافقین نے خراب کیا ہوا تھا، وہ بھی نرمی اور اس حسن سلوک کی وجہ سے اپنی اصلاح کرتے ہوئے آپؐ کے قریب آ گئے۔انہیں اللہ تعالیٰ نے قریب آنے کی توفیق دی۔اور منافقین کو یہ بھی جواب ہے کہ یہ نبی تو نہ صرف اس تعلیم کے مطابق مشوروں پر بہت زور دیتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کم علمی یا بشری کمزوریوں کی وجہ سے بعض غلط مشورے دینے والوں سے درگزر کا سلوک بھی کرتا ہے اور ان کے لئے بخشش اور مغفرت کی دعا بھی مانگتا ہے۔بہر حال یہ ہے جس کی وجہ سے ان کو اعتراض ہے کہ یہ اپنا فیصلہ بھی کرتا ہے۔ نبی کو مشورے لینے کے بعد فیصلے کرنے کا اختیار ہے اور کیونکہ یہ خدا تعالیٰ کا نبی ہے اس لئے جب تمام مشوروں کے بعد کسی کام کے کرنے کا فیصلہ کر لیتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اسی پر توکل کرتا ہے۔ پھر بہتر نتائج کی امید، اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان کی وجہ سے، اللہ تعالیٰ پہ ہی رکھتا ہے۔اور یہی وہ عمل ہے جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا محبوب بنایا ہوا ہے۔اور یہی وہ اسوہ ہے جس پر چلنے کے لئے درجہ بدرجہ اپنے دائرہ اختیار کے مطابق اللہ تعالیٰ نے امت کو بھی نصیحت فرمائی ہے۔نظام خلافت اور نظام جماعت کو بھی نصیحت فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس شدت سے مشوروں کی طرف توجہ دینا یہ صرف اس لئے تھا، اس کا مقصد صرف یہ تھا کہ امت میں بھی مشوروں کی اہمیت اجاگر ہو، امت کو بھی مشوروں کی اہمیت کا پتہ لگے۔

چنانچہ اس حدیث سے اس کی وضاحت ہوتی ہے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ”جب ﴿شَاوِرْهُمْ فِی الْاَمْرِ﴾ کی آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگرچہ اللہ اور اس کا رسول اس سے مستغنی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے میری امت کے لئے رحمت کا باعث بنایا ہے۔ پس ان میں سے جو مشورہ کرے گا وہ رشد و ہدایت سے محروم نہیں رہے گا۔اور جو مشورے کو ترک کرے گا وہ ذلت سے نہ بچ سکے گا۔“ (شعب الايمان ۔للبيهقی ۔الجزء السادس صفحه 77,76 طبعه اولىٰ 1990 دار الکتب بيروت)

تو نہ تو اللہ تعالیٰ کو کسی بات کے فیصلے کے لئے مشورہ چاہئے۔اور پھر اللہ کا رسول ہے جس کو علاوہ قرآنی وحی کے بہت سی باتوں سے اللہ تعالیٰ وقت سے پہلے خود بھی آگاہ کر دیا کرتا تھا۔تو جن باتوں کے بارے میں مشورہ لیا جا رہا ہے یا جن باتوں کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مشورے لیا کرتے تھے ان سے بھی اللہ تعالیٰ آگاہ کر سکتا تھا۔نبی کو کسی رائے کی ضرورت نہیں تھی بلکہ مشورے کی فضیلت بتانے کے لئے تاکہ امت بعد میں اس پر عمل پیرا ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مشورے لیا کرتے تھے۔تو آپؐ نے بڑی وضاحت سے فرما دیا کہ میری تو اللہ تعالیٰ رہنمائی فرما ہی دیتا ہے۔تم لوگ اگر اللہ تعالیٰ کی رحمت کو سمیٹنا چاہتے ہو تو مشوروں کو ضرور پیش نظر رکھنا۔چنانچہ اللہ تعالیٰ کی اسی نصیحت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی اسوہ کی وجہ سے جماعت میں شوریٰ کا نظام بھی رائج ہے اور دنیا کے ہر ملک میں اسی شوریٰ کے نظام کی وجہ سے بھی، اس نصیحت پر عمل کرنے کی وجہ سے جماعت اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی وارث بنتی نظر آتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پر جو مشورے لئے اس وقت میں ان کے کچھ واقعات بیان کروں گا جس سے آپؐ کے خلق کے اس عظیم پہلو پر بھی روشنی پڑتی ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے اس حکم کے مطابق جو آیت میں نے پڑھی ہے اس قدر مشورے لیا کرتے تھے کہ ہر ایک کو صاف نظر آ رہا ہوتا تھا کہ آپؐ جیسا مشورے لینے والا اور اچھے مشورے کی قدر کرنے والا کوئی ہے ہی نہیں۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ”میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ اپنے اصحاب سے کسی کو مشورہ کرنے والا نہیں پایا۔“

(سنن الترمذی ابواب فضائل الجهاد ۔باب ما جاء فی المشورة)

اور یہ سب کچھ جیسا کہ مَیں پہلے بیان کر آیا ہوں اس لئے تھا کہ لوگوں کو احساس ہو کہ میں جو اللہ تعالیٰ کا نبی ہو کر بعض اہم معاملات میں مشورہ لیتا ہوں یا ایسے معاملات میں مشورہ لیتا ہوں جن میں اللہ تعالیٰ کی براہ راست رہنمائی نہیں آئی ہوتی تو تم لوگوں پر اس پر عمل کرنا کس قدر ضروری ہے۔پھر باوجود اس کے کہ آپ میں نور فراست اپنے صحابہ سے ہزاروں ہزار گنا زیادہ تھا لیکن کبھی صحابہ کے سامنے اس کا اظہار نہیں کیا بلکہ مشوروں کے وقت بھی اپنی اس عاجزی کے خُلق کو ہی سامنے رکھا۔

چنانچہ ایک روایت میں آتا ہے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انہیں یمن بھجوانے کا ارادہ فرمایا تو حضورؐ نے صحابہ میں بہت سے لوگوں سے مشورہ طلب فرمایا۔ان صحابہ میں ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، اور بہت سارے صحابہ تھے،(رضی اللّٰہ عنهم)۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کی کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے مشورہ نہ طلب فرماتے تو ہم کوئی بات نہ

کرتے۔حضورؐ نے فرمایا کہ جن امور کے بارے میں مجھے وحی نہیں ہوتی ان کے بارے میں مَیں تمہاری طرح ہی ہوتا ہوں۔معاذؓ بتاتے ہیں کہ حضور کے اس فرمان کے مطابق جب حضورؐ رائے لے رہے تھے قوم کے ہر شخص نے اپنی اپنی رائے بیان کی۔اور اس کے بعد حضورؐ نے فرمایا معاذ! تم بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے؟ تو میں نے عرض کی کہ میری وہی رائے ہے جو حضرت ابوبکرؓ کی ہے۔

(مجمع الزوائد و منبع الفوائد۔باب الأجتهاد)

دیکھیں کس سادگی سے فرمایا کہ مجھے مشورہ دو۔ کیونکہ جن معاملات میں مجھے اللہ تعالیٰ نہیں بتاتا ان میں میں بھی تمہاری طرح کا ہی ایک انسان ہوں جس کو مشوروں کی ضرورت ہے۔ پھر دیکھیں جب آپؐ کی سب سے چہیتی بیوی پر الزام لگا۔ اس وقت اگر آپؐ چاہتے اور یہ عین انصاف کے مطابق بھی ہے کہ حضرت عائشہؓ سے پوچھ کر اس الزام کا رد فرما سکتے تھے، غلط الزام تھا۔لیکن منافقین کے فتنہ کو روکنے کے لئے آپؐ خاموش رہے اور صحابہ سے اس بارے میں مشورہ کیا۔ کیونکہ آپؐ سمجھتے تھے کہ یہ معاملہ اب ذات سے نکل کر معاشرے میں فتنہ پیدا کرنے کا باعث بن رہا ہے۔

چنانچہ اس سلسلہ میں حضرت عائشہؓ خود ہی روایت کرتی ہیں کہ واقعۂ اِفک کے سلسلے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علی بن ابی طالبؓ اور اسامہ بن زیدؓ کو اس وقت بلوایا جب آپ ابھی وحی کے منتظر تھے اور ان دونوں سے حضرت عائشہؓ سے علیحدگی کے بارے میں مشورہ طلب فرمایا۔اس پر حضرت اسامہؓ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اہل سے تعلق محبت رکھنے کا مشورہ دیا۔لیکن پھر بھی حضرت عائشہؓ کے مطابق یہ سرد مہری جاری رہی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے بریت ثابت فرمائی۔‘‘

(صحیح البخاری کتاب الشهادة باب تعدیل النساء بعضهن بعضا)

اور جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہؓ کی بریت ثابت فرما دی تو پھر مجرموں کو سزا بھی آپؐ نے دی۔ پھر کوئی پرواہ نہیں کی کہ اس کا اثر کیا ہوگا۔

اس بارے میں ایک روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ اور حضرت اسامہؓ سے حضرت عائشہؓ پر لگائے گئے بہتان کے بارے میں مشورہ کیا اور ان کی رائے سنی۔لیکن جب اس بارے میں قرآن کریم نازل ہوا تو اس کے مطابق تہمت لگانے والوں کو کوڑے لگوائے اور حضرت علیؓ اور حضرت اسامہؓ کے اختلاف رائے کی طرف التفات نہ فرمایا بلکہ وہی حکم جاری فرمایا جس کا اللہ نے آپؐ کو حکم دیا تھا۔

(بخاری کتاب الأعتصام بالکتاب و السنّة باب قول الله تعالیٰ و امرهم شوریٰ بینهم)

تو جہاں اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ آپؐ اپنے ذاتی معاملات کے بارے میں بھی کس قدر محتاط تھے اور مشورے لیا کرتے تھے وہاں یہ بھی واضح ہو گیا کہ جب اللہ تعالیٰ کا حکم آ گیا تو پھر اس کے سامنے کسی کی نہیں سنی۔اور آئندہ کے لئے ایسے لوگوں کو سزا کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق انکی گواہی بھی ختم ہو گئی۔

پھر مدینہ ہجرت کرنے کے بعد بھی جب کفار نے یہ کوشش جاری رکھی کہ آپؐ کو اور مسلمانوں کو چین سے نہ بیٹھنے دیں اور تنگ کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں چھوڑتے تھے تو آپؐ نے اس کے سدِّ باب کے لئے صحابہؓ سے مشورہ لیا۔لیکن کیونکہ ابتدائی زمانہ تھا اس لئے آپؐ کی خواہش تھی کہ تمام متعلقہ سردار جو تھے انصار میں سے بھی وہ بھی اس میں شامل ہوں تا کہ بعد میں کسی کی طرف سے بھی کوئی عذر نہ ہو۔اس واقعہ کا تاریخ میں یوں ذکر ہوا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش کے تجارتی قافلے کی روانگی کا علم ہوا تو آپؐ نے اس بات کا اظہار فرمایا کہ ہم ان کے قافلے کو ضرور روکیں گے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے مشورہ طلب کیا اور صحابہ کو قریش کے ارادوں کے بارے میں بتایا۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ صدیق کھڑے ہوئے اور اپنا مؤقف بڑے اچھے انداز میں پیش کیا۔ پھر حضرت عمر بن خطابؓ کھڑے ہوئے اور بڑے اچھے انداز میں اپنا مؤقف پیش کیا۔ پھر مقدادؓ بن عمرو کھڑے ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہؐ! آپؐ نے جو ارادہ کیا ہے اس کی تکمیل کے لئے چلیں۔ ہم آپؐ کے ساتھ ہیں۔اللہ کی قسم! ہم آپؐ سے ویسے نہیں کہیں گے جیسے بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا۔کہ ﴿ اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ﴾۔(المائدہ :25) کہ تو اور تیرا رب جاؤ ان سے جنگ کرو ہم تو یہیں بیٹھیں ہیں۔ بلکہ ہم یہ عرض کئے دیتے ہیں کہ آپؐ اور آپؐ کا رب دشمنان دین کے ساتھ جنگ کے لئے چلیں ہم آپؐ کے ساتھ ہو کر ان سے لڑیں گے۔ اس ذات کی قسم! جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔ اگر آپؐ ہمیں بَرْکُ الغِماد (یہ یمن کے قریب ایک مقام تھا) وہاں تک بھی لے جانا چاہیں گے تو ہم وہاں تک پہنچنے کے لئے رستے کے تمام لوگوں سے لڑائی کرتے چلے جائیں گے۔ یہاں تک کہ آپ وہاں فروکش ہوں۔اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خیر و برکت کی دعا دی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ مشورہ طلب کیا اور آپؐ دراصل انصار سے مشورہ مانگ رہے تھے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ لوگ زیادہ تھے اور دوسرا مشورہ طلب کرنے کا باعث یہ بھی تھا کہ انصار نے بیعت عقبہ ثانیہ کے موقع پر یہ کہا تھا کہ یا رسول اللہ! ہم اس وقت تک آپؐ کی حفاظت کی ذمہ داری سے بری ہیں جب تک کہ آپؐ ہمارے پاس نہیں آ جاتے۔ جب آپؐ ہم میں آ بسیں گے تو پھر آپؐ کی حفاظت کی ذمہ داری ہم پر ہو گی۔ہم آپؐ سے ہر دشمن کا دفاع کریں گے جس طرح ہم اپنے بچوں اور بیویوں کا کرتے ہیں۔ تو حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا اندیشہ تھا کہ کہیں انصار کی نصرت یا مدد صرف مدینہ کے اندر رہ کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن کا مقابلہ کرنے کی حد تک محدود نہ ہو۔اور یہ نہ ہو کہ کہیں دشمن سے مدینہ سے باہر نکل کر جنگ کرنے میں ساتھ نہ دیں۔ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مشورے کے لئے دوبارہ فرمایا تو سعد بن معاذؓ نے عرض کی کہ اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! شاید آپؐ کا روئے سخن ہم انصار کی طرف ہے۔آپؐ شاید ہم سے کچھ پوچھنا چاہتے ہیں۔تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم درست سمجھے ہو۔اس پر حضرت سعد بن معاذؓ نے عرض کی۔ہم آپؐ پر ایمان لائے اور ہم نے آپؐ کی تصدیق کی اور ہم نے اس بات کا مشاہدہ کیا کہ آپؐ جو تعلیم لے کر آئے ہیں وہ برحق ہے اسی وجہ سے ہم نے آپ سے سننے اور اطاعت کرنے کا پختہ عہد کیا ہوا ہے۔ یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ اپنے ارادے کی تکمیل کے لئے چلیں۔ہم آپؐ کے ساتھ ہیں۔اس ذات کی قسم! جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے اگر یہ سمندر بھی ہماری راہ میں حائل ہوا اور آپؐ نے اسے پار کر لیا تو ہم بھی آپؐ کی معیت میں اسے پار کریں گے۔ہم میں سے ایک شخص بھی پیچھے نہ رہے گا۔اور ہم اس بات کو ناپسند نہیں کرتے کہ آپؐ ہمارے دشمن سے مقابلہ کریں۔ہم جنگ کی صورت میں بہت صبر کرنے والے ہیں اور دشمن کے مقابلے میں آ کر اپنی بات کو سچ کر دکھانے والے ہیں۔شاید اللہ تعالیٰ آپؐ کو ہماری طرف سے وہ مقام عطا کرے جس سے آپؐ کی آنکھ ٹھنڈی ہو۔ آپ اللہ تعالیٰ کی برکت کیساتھ ہمیں ساتھ لیتے ہوئے چلیں۔حضرت سعد بن معاذؓ کا یہ کہنا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک خوشی سے تمتمانے لگا۔(السیرة النبویه لابن هشام ، ذکر غزوه بدر الکبریٰ ،ظفر المسلمین برجلین من قریش یقفانهم علیٰ اخبارهم)

تو اس واقعہ سے جہاں آپؐ کی اس احتیاط کا پتہ چلتا ہے کہ اکثریت کی رائے بھی آنی چاہئے وہاں یہ مقصد بھی تھا کہ مشورہ دینے والے اپنی بات کا پاس بھی رکھیں گے۔ان کے پاس کوئی عذر نہیں ہوگا کہ ہمیں تو زبردستی اس میں کھینچا گیا ہے۔ ہماری مدد تو صرف مشروط تھی، ایک حد تک تھی۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی گہرائی سے انسانی نفسیات کو سمجھتے ہوئے ان سب سے مشورہ لیا۔

پھر اُس سے اس انقلاب عظیم کا بھی پتہ چلتا ہے جو آپؐ نے تھوڑے وقت میں ان لوگوں میں پیدا فرما دیا کہ کہاں تو محدود مشروط حفاظت کا معاہدہ تھا اور کہاں یہ انقلاب آیا کہ سمندروں میں کودنے کے لئے تیار ہو گئے۔ پس آپؐ کے مشورہ کا ایک یہ بھی مقصد ہوتا تھا کہ ان نئے ایمان لانے والوں کے ایمان کو بھی پرکھا جا سکے۔ ان کے دلوں کو ٹٹول کر اللہ اور اس کے رسولؐ کی محبت کا جائزہ لیا جا سکے۔ یہ نمونے آپؐ نے قائم کرنے کی اس لئے بھی کوشش کی کہ بعد میں آنے والے بھی ان نمونوں پر چلنے والے ہوں۔ آخرین بھی پہلوں سے ملنے کے نمونے دکھائیں۔ جب شوریٰ پر مشورے دیں تو صرف اس لئے نہ دیں کہ اپنے علم اور عقل کا اظہار کرنا ہے بلکہ اس لئے دیں کہ ان مشوروں پر عمل کرنے اور کروانے کے لئے ہم خود بھی ہر قسم کی قربانی دینے کے لئے تیار ہوں گے۔ اگر خود یہ قربانیاں دینے کے لئے تیار نہیں تو پھر شوریٰ کے ان نمونوں پر چلنے والے نہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہمیں نظر آتے ہیں۔اور وہ نمونے کیا تھے، اس کا اظہار آپؐ دیکھ چکے ہیں۔اس کی ایک جھلک ایک صحابیؓ کے ان الفاظ سے بھی یوں نظر آتی ہے۔مقداد بن اسودؓ نے کہا کہ یا رسول اللہؐ! ہم آپؐ کے دائیں بھی لڑیں گے، بائیں بھی لڑیں گے، آپؐ کے آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی لڑیں گے۔اور ایک روایت میں آتا ہے، یہ بھی کہا، کہ آپ کا دشمن آپؐ تک نہیں پہنچ پائے گا یہاں تک کہ وہ ہماری لاشوں کو روندتا ہوا آئے۔(صحیح بخاری۔کتاب المغازی)

اور پھر یہ صرف تقریر کی حد تک نہیں تھا۔ بلکہ تاریخ اس بات کی شاہد ہے، گواہ ہے کہ اپنے عمل سے انہوں نے اپنے اس قول کو پورا کر کے دکھایا۔

اس میں ہمارے شوریٰ کے نمائندگان کے لئے بھی ایک پیغام ہے۔اس پر غور کریں، اس پیغام کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنائیں۔ تبھی تمام دنیا کے نمائندگان شوریٰ خلافت اور نظامت خلافت اور نظام جماعت کی حفاظت میں سچے ثابت ہو سکتے ہیں۔جیسا کہ ذکر آیا ہے کہ جب بھی مسلمانوں پر جنگیں ٹھونسی گئیں تو تبھی انہوں نے جواب دیا اور جب بھی ایسے موقعے آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے ضرور مشورہ لیا۔

BELA BOUTIQUE

ہر موسم اور موقع کے لئے زنانہ ملبوسات ، فینسی سینڈلز ،

مردانہ سوٹ ، اچکن ، پرنس سوٹ اور کھلا کپڑا

اس کے علاوہ کپڑوں کی سلائی اور مرمت Anderung کا مکمل انتظام ہے

Kaiser Str. 64 (Kaiserpassage-Laden 31-33) 60329 Frankfurt (Germany)

Tel: 069-24279400 - e:mail- BELAboutique@aol.com

لیکن اگر کبھی فیصلہ خود فرما بھی لیا اور بعد میں کوئی بہتر رائے سامنے آ گئی تو فوراً اس بہتر رائے کو اختیار فرما لیا۔

چنانچہ جنگ بدر کے واقعہ کا ایک روایت میں یوں ذکر آتا ہے کہ جس جگہ اسلامی لشکر نے ڈیرہ ڈالا ہوا تھا وہ ایسی اچھی جگہ نہ تھی اس پر خباب بن مُنذر نے آپؐ سے دریافت کیا کہ آپؐ نے خدائی الہام کے تحت یہ جگہ پسند فرمائی ہے یا محض اپنی رائے سے فوجی تدبیر اور حکمت عملی سے اسے اختیار کیا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس بارے میں کوئی خدائی حکم نازل نہیں ہوا بلکہ یہ میری رائے، ایک حکمت عملی اور محض ایک داؤ پیچ ہے اس لئے اگر تم اس سے بہتر کوئی مشورہ دینا چاہتے ہو تو بتاؤ۔ حُباب نے عرض کی کہ پھر میرے خیال میں پڑاؤ کے لئے یہ جگہ اچھی اور مناسب نہیں ہے۔ بہتر ہوگا کہ آگے بڑھ کر قریش سے قریب ترین چشمے پر قبضہ کر لیا جاوے۔ میں اس چشمے کو جانتا ہوں اس کا پانی اچھا ہے اور عموماً ہوتا بھی کافی ہے۔ وہاں مدمقابل قریش کی نسبت پانی کے زیادہ قریب ہوں گے اس لئے وہاں جا کر پڑاؤ کریں اور اس جگہ سے پیچھے جتنے کنویں ہیں ان کا پانی گہرا کر دیں۔ پھر اس جگہ پر ہم ایک حوض بنائیں اور اس کو پانی سے بھر لیں اور پھر ان لوگوں سے جنگ کریں۔ اس صورت میں ہم تو پانی پی سکیں گے مگر وہ پانی نہیں پی سکیں گے۔ تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے بہت اچھا مشورہ دیا ہے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے ساتھ تمام لوگ اٹھ کر چل پڑے اور اپنے مدمقابل کی نسبت پانی کے زیادہ قریب پہنچ کر پڑاؤ ڈالا۔ قریش اس وقت تک ٹیلے کے پرے ڈیرے ڈالے ہوئے تھے اور چشمہ خالی پڑا تھا۔ مسلمانوں نے وہاں پڑاؤ ڈال کر چشمے کو اپنے قبضے میں کر لیا۔ اور پھر آپؐ نے کنوؤں کے بارے میں ارشاد فرمایا اور ان کا پانی گہرا کر دیا گیا۔ اور جس کنویں پر آپؐ نے خود پڑاؤ فرمایا تھا اس کو پانی سے بھر دیا گیا۔

(سیرة ابن هشام زیر عنوان "مشورة الحباب علی رسول الله" صفحه 548 دار المعرفة بیروت لبنان طبع اول 2000ء)

تو جیسا کہ میں نے بتایا تھا کہ جنگیں جب مسلمانوں پر ٹھونسی گئیں تو مجبوراً مسلمانوں کو بھی اپنے بچاؤ کے سامان کرنے پڑے۔ جنگ بدر میں، جنگ کے بعد جب مسلمان جنگ جیت گئے تو بہت سے کفار قیدی بنائے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد نہ تو کفار کو قتل کرنا تھا نہ قیدی بنا کر رکھنا تھا۔ آپؐ کی خواہش تو یہ تھی کہ یہ جو جنگ کی مجبوری کی وجہ سے قیدی بن گئے ہیں ان کے ساتھ کس طرح زیادہ سے زیادہ نرمی کا سلوک کیا جا سکتا ہے یا ان کو آزاد کر دیا جائے۔ لیکن آپؐ اپنی اس رائے کو، اس خواہش کو دوسروں کی رائے پر فوقیت نہیں دینا چاہتے تھے باوجود اس کے کہ آپؐ جو بھی فیصلہ فرماتے صحابہؓ نے اس کو بخوشی قبول کرنا تھا لیکن آپؐ کی محتاط طبیعت نے اس بات کو گوارا نہ کیا اور پھر آپؐ کا ویسے بھی یہ طریق تھا کہ قومی معاملات میں رائے اور مشورہ لے لیا کرتے تھے۔ اس لئے آپؐ نے ان قیدیوں کے بارے میں کہ کیا سلوک کیا جائے مشورے کے لئے معاملہ رکھا اور اس کا روایت میں اس طرح ذکر آتا ہے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے اسیران بد کے بارے میں مشورہ طلب فرمایا آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو ان لوگوں میں سے بعض پر غلبہ عطا فرمایا ہے۔ حضرت عمر بن خطابؓ کھڑے ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ! ان کو قتل کروا دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اعراض فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری بار اپنی بات دوہرائی اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان پر غلبہ عطا فرمایا ہے جبکہ کل تک وہ تمہارے بھائی تھے۔ حضرت عمرؓ کھڑے ہوئے اور کہا یا رسول اللہ انہیں قتل کروا دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اعراض فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری بار اپنی بات دوہرائی۔ اس دفعہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ کھڑے ہوئے۔ اور عرض کی کہ اگر حضورؐ مناسب سمجھیں تو ان کو معاف فرما دیں اور ان سے فدیہ لے لیں۔ یہ سن کر حضورؐ کے چہرے سے غم کے آثار جاتے رہے۔ چنانچہ حضور نے انہیں معاف کر دیا اور ان سے فدیہ قبول فرما لیا۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 3 صفحه 243. مطبوعه بیروت)

تو آپؐ کی زیادہ سے زیادہ یہ کوشش ہوتی تھی کہ نرمی اور درگزر کا سلوک کیا جائے۔ چاہے دشمن ہی کیوں نہ ہو جب آپ نے حضرت ابوبکرؓ کے نرمی کے سلوک کی رائے سنی تو فوراً اس پر عملدرآمد کروایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طبیعت میں سختی تھی۔ اس لئے باوجود اس کے کہ آپؐ حضرت عمرؓ کی رائے کو بڑی اہمیت دیا کرتے تھے اس موقع پر اس سے اعراض فرماتے رہے۔

چنانچہ جب ایک موقع پر حدیبیہ کے معاہدے پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار مکہ کو معاہدہ توڑنے کی سزا دینے کا فیصلہ فرمایا تو اس وقت قریش کے حوالے سے آپؐ کے دل میں نرمی نہیں آئی بلکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نرم رائے کے مقابلے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سخت رائے کو زیادہ فوقیت دی اور اس پر عمل کیا۔ چنانچہ ذکر آتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آنحضور ﷺ کو تیاری کرتے ہوئے دیکھ کر عرض کی یا رسول اللہ کیا آپ کسی علاقے کی طرف لشکر کشی کا ارادہ رکھتے ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! حضرت ابوبکرؓ نے کہا شاید آپ بنو اصفر یعنی اہل روم کی طرف لشکر کشی کرنا چاہتے ہیں؟ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں۔ پھر حضرت ابوبکرؓ نے کہا کیا آپ اہل نجد کی طرف لشکر کشی کرنا چاہتے ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں۔

پھر حضرت ابوبکرؓ نے کہا پھر شاید آپؐ کا ارادہ قریش کی طرف ہے۔ اس مرتبہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاں میں جواب دیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جواب سن کر ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ! کیا آپؐ میں اور ان میں معاہدے کے وقت (باہم جنگ نہ کرنے) کی مدت طے نہیں ہوئی تھی؟ صلح حدیبیہ میں ایک مدت طے ہوئی تھی یہ سن کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہیں قریش کے معاہدہ کی خلاف ورزی کا علم نہیں ہوا۔ راوی کہتے ہیں پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیہاتی علاقوں میں رہنے والے اور مدینے کے اردگرد کی بستیوں میں رہنے والے مسلمانوں کو اس پیغام کے ساتھ بلا بھیجا کہ جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ رمضان کے مہینہ میں مدینہ آ جائے۔ اور یہ پیغام آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے مکہ والوں پر حملہ کرنے کے بارے میں مشورے کے بعد بھیجا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے تو حملہ نہ کرنے کا مشورہ دیا تھا اور یہ عرض کی تھی کہ یا رسول اللہ! وہ آپؐ کی قوم ہیں۔ مگر حضرت عمرؓ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید کرتے ہوئے آپؐ کو مشورہ دیا اور عرض کی کہ وہ کفر کا سرچشمہ ہیں۔ انہوں نے کہا کہ آپؐ ساحر ہیں۔ آپؐ جھوٹے ہیں، (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کفار یہ الزام لگاتے تھے۔ نعوذ باللہ) حضرت عمرؓ نے اس موقع پر ان تمام بری باتوں کا ذکر کیا جو کفار مکہ کیا کرتے تھے۔ اور پھر انہوں نے کہا کہ اللہ کی قسم! عرب اس وقت تک ماتحتی قبول نہیں کریں گے جب تک اہل مکہ ماتحتی قبول نہ کر لیں۔ اس موقع پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ حضرت ابوبکرؓ کی غلط رائے ہے۔ ان کی رائے کی بہت قدر کیا کرتے تھے۔ فرمایا کہ ابوبکر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے معاملات میں بہت زیادہ نرم مزاج تھے۔ اور عمر حضرت نوحؑ کی طرح ہیں اور نوحؑ اللہ تعالیٰ کے معاملات میں چٹان کی طرح سخت تھے۔ اور اس وقت میں عمر کا مشورہ قبول کرتا ہوں۔"

(السيرة الحلبيه. جلد 3 باب ذکر مغازيه صفحه 108,107 دار الكتب العلميه. بيروت)

تو موقع و محل کے لحاظ سے آپؐ مشورہ کو اہمیت دیا کرتے تھے کیونکہ آپؐ نے دیکھا کہ اب سختی میں ہی انسانیت کی بقا ہے اس لئے آپؐ نے لشکر کشی کا حکم فرمایا۔ اس میں ان لوگوں کے لئے بھی ایک سبق ہے، نصیحت ہے جو خلیفۂ وقت کے بعض فیصلوں پر پہلے خلفاء کا یا کسی پہلے موقع پر دیئے گئے کسی فیصلے کا حوالہ دے کر کہتے ہیں کہ کیونکہ پہلے یہ ہو چکا ہے اس لئے اب بھی اس طرح ہونا چاہئے۔ تو یہ وقت وقت کے مطابق، حالات کے مطابق فیصلے ہوا کرتے ہیں۔ اور کبھی کوئی فیصلہ کسی سے بغض عناد اور کینے کی وجہ سے نہیں ہوتا۔ اصل مقصد اصلاح اور انسانیت کی قدریں بحال کرنا ہوتا ہے۔

پھر دیکھیں احد کا واقعہ ہے جس میں توکل علی اللہ کا ایک عظیم نمونہ ظاہر ہوتا ہے۔ اس کی تفصیل تاریخ میں یوں بیان ہوئی ہے کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو جمع کر کے ان سے قریش کے اس حملہ سے متعلق مشورہ مانگا کہ آیا مدینے میں ہی ٹھہرا جاوے یا باہر نکل کر مقابلہ کیا جائے۔ اس مشورے میں عبداللہ بن ابی بن سلول بھی شریک تھا۔ دراصل تو منافق تھا مگر بدر کے بعد بظاہر مسلمان ہو چکا تھا۔ اور یہ پہلا موقع تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مشورے میں شرکت کی دعوت دی۔ مشورے سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے حملہ اور ان کے خونی ارادوں کا ذکر فرمایا اور فرمایا کہ آج رات مَیں نے خواب میں ایک گائے دیکھی ہے نیز میں نے دیکھا کہ میری تلوار کا سر ٹوٹ گیا ہے۔ اور پھر مَیں نے دیکھا کہ وہ گائے ذبح کی جا رہی ہے اور مَیں نے دیکھا کہ مَیں نے اپنا ہاتھ ایک محفوظ اور مضبوط زرہ کے اندر ڈالا ہے۔ اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ فرمایا کہ مَیں نے دیکھا کہ ایک مینڈھا ہے جس کی پیٹھ پر مَیں سوار ہوں۔ تو صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ نے اس کی کیا تعبیر فرمائی ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ گائے کے ذبح ہونے سے تو مَیں سمجھتا ہوں کہ میرے صحابہ میں سے بعض شہید ہوں گے۔ اور میری تلوار کے کنارے ٹوٹنے سے یہ مراد ہے کہ میرے عزیزوں میں سے کسی کی شہادت ہو گی یا شاید مجھے بھی کوئی نقصان پہنچے۔ اور زرہ کے اندر ہاتھ ڈالنے سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس حملے کے مقابلے کے لئے ہمیں مدینہ کے اندر ٹھہرنا زیادہ مناسب ہو گا۔ مدینہ کے اندر ٹھہر کر مقابلہ کرنا چاہئے۔ اور مینڈھے پر سوار ہونے والی خواب کی آپؐ نے یہ تعبیر فرمائی کہ اس سے کفار کے لشکر کا سردار یعنی علمبردار مراد ہے جو مسلمانوں کے ہاتھوں سے مارا جائے گا۔ اس کے بعد آپؐ نے صحابہ سے مشورہ طلب فرمایا تو بعض اکابر صحابہ نے حالات کی مشکل کو سمجھ کر، سوچ کر اور شاید کسی قدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب سے متاثر ہو کر یہ مشورہ دیا کہ مدینے میں ٹھہر کر ہی مقابلہ کرنا چاہئے۔ اور عبداللہ بن ابی بن سلول نے بھی یہی مشورہ دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رائے کو پسند فرمایا اور یہ فرمایا کہ یہی بہتر ہے کہ ہم مدینے کے اندر رہ

کرمقابلہ کریں لیکن اکثر صحابہ اور خصوصاً نوجوان صحابہ جو بدر کی جنگ میں شامل نہیں ہوئے تھے ان میں ایک جوش تھا، شہادت کا جوش تھا اور بڑے بیتاب ہو رہے تھے۔ انہوں نے یہ اصرار کیا کہ نہیں کھلے میدان میں جا کرمقابلہ کرنا چاہئے۔ چنانچہ ان کے جوش کو دیکھ کر اور اکثریت کی رائے کو دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹھیک ہے، باہر نکل کر مقابلہ کرتے ہیں۔ پھر آپؐ نے مسلمانوں کو تحریک فرمائی کہ غزوہ میں شامل ہوں اور جہاد فی سبیل اللہ میں شامل ہوں اور پھر آپؐ تیاری کے لئے اپنے گھر تشریف لے گئے۔ اس دوران میں صحابہ نے سمجھایا اور کچھ لوگوں کو خود بھی سمجھ آئی تو نوجوانوں میں سے بھی اکثریت نے اپنی رائے بدل لی کہ نہیں، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کے مطابق ہی ہمیں کرنا چاہئے اور مدینے کے اندر رہ کر ہی مقابلہ کرنا چاہئے۔ تو جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تیار ہو کر جنگی لباس پہن کر باہر تشریف لائے تو سعد بن معاذ جو انصار کے سردار تھے انہوں نے اپنی غلطی محسوس کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہو کر کہا کہ حضور کا فیصلہ ہی ٹھیک ہے اور ہم اپنے فیصلے پر شرمندہ ہیں، یہ ہمیں نہیں کہنا چاہئے تھا۔ تو یہیں مدینے کے اندر رہ کر مقابلہ کرتے ہیں۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب نہیں۔ خدا کے نبی کی شان سے یہ بعید ہے کہ وہ ہتھیار لگا کر پھر اسے اتار دے۔ قبل اس کے کہ خدا کوئی فیصلہ فرمائے۔ پس اب اللہ کا نام لے کر چلو اور اگر تم نے صبر سے کام لیا تو یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت تمہارے ساتھ ہوگی۔

(طبقات ابن سعد، زرقانی، سیرت ابن ہشام اور بخاری بحوالہ سیرت خاتم النبیین از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ۔ صفحہ 484486,)

تو یہاں دیکھیں باوجود اپنی رائے مختلف ہونے کے، بعض کبار صحابہ کی رائے مختلف ہونے کے، اکثریت کی رائے کا، نوجوانوں کی رائے کا احترام کیا اور پھر نوجوانوں کی رائے بدلنے کے بعد فرمادیا (یہ بھی توکل کی ایک اعلیٰ مثال تھی) کہ نبی کی شان کے یہ خلاف ہے کہ آگے بڑھ کر پیچھے ہٹے۔ لیکن فرمایا کہ اگر تم لوگ صبر سے کام لوگے تو انشاء اللہ تعالیٰ، اللہ کی مدد اور تائید بھی تمہارے ساتھ ہوگی۔ لیکن اس ہدایت کے باوجود بے صبری کی وجہ سے واضح طور پر جو جیتی ہوئی جنگ تھی اس کی وہ کیفیت نہ رہی اور مسلمانوں کو کافی نقصان اٹھانا پڑا۔ تو غرض اس قسم کے بے شمار واقعات ہیں۔ جنگوں وغیرہ میں بھی اور دوسرے قومی معاملات میں بھی جن سے آپؐ کے قوم سے مشورے لینے پر روشنی پڑتی ہے۔ لیکن اس کے علاوہ بھی بہت سارے معاملات ہیں جن میں آپؐ لوگوں کے ذاتی معاملات میں اور اپنے ذاتی معاملات میں بھی اور بعض دوسرے معاملات میں بھی مشورے لیا کرتے تھے، مشورے دیا کرتے تھے۔ چنانچہ جب نماز کے لئے بلانے کے طریق کی تجویز زیر غور آئی کہ کس طرح نماز کے لئے بلانا چاہئے۔ اس وقت اذان کا رواج نہیں ہوا تھا تو بہت سارے لوگوں نے مشورے دیئے لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے خود ہی خواب کے ذریعہ سے عبداللہ بن زیدؓ اور حضرت عمرؓ کو اذان کے الفاظ سکھا دیئے۔ بہرحال جب یہ مشورے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لئے تو اس کا روایت میں اس طرح ذکر آتا ہے کہ ”اس سے پہلے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز کے وقت بلانے کے لئے اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ کے الفاظ باآواز بلند پکارا کرتے تھے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مشورہ کیا کہ کس طرح بلایا جائے۔ مختلف لوگوں نے مشورے دیئے۔ کسی نے کہا کہ عیسائیوں کی طرح ناقوس بجایا جائے، کسی نے کہا کہ یہود کی طرح بگل بجایا جائے۔ کسی نے کہا کہ آگ روشن کی جایا کرے۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مشوروں کو ناپسند فرمایا اور اسی رات انصار میں سے حضرت عبداللہ بن زیدؓ کو اور مہاجرین میں سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خواب میں اذان کے الفاظ سکھائے گئے۔

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے خواب میں ایک شخص کو دیکھا۔ اس شخص نے ان کو اذان اور اقامت سکھائی اور صبح ہونے پر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی رؤیا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سنائی۔ اس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک سچی خواب ہے۔ بلال کے ساتھ جاؤ اور اسے اذان کے وہ الفاظ سکھاؤ جو تمہیں سکھائے گئے ہیں کیونکہ اس کی آواز تم سے بلند ہے۔

حضرت عبداللہ بن زیدؓ کہتے ہیں کہ میں بلال کے ساتھ کھڑا ہوا اور ان کو اذان کے الفاظ بتاتا جاتا اور وہ باآواز بلند ان کو دوہراتے جاتے تھے۔ تو جب یہ اذان ہو رہی تھی تو اس دوران میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر میں سے سنا تو وہ بھی جلدی جلدی گھر سے دوڑتے ہوئے آئے اور وہ کہہ رہے تھے کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے میں نے خواب میں ایسے ہی دیکھا ہے جیسے اب میں دیکھ رہا ہوں۔“

(المواہب اللدنیہ۔ (رؤیا الاذان) ۔الجزء الاول ۔دارالکتب العلمیہ بیروت طبع اول 1996صفحہ163)(مسند احمد بن حنبل ۔جامع ترمذی)

پھر بعض قومی معاملات میں بھی آپؐ عورتوں سے بھی مشورے لے لیا کرتے تھے۔ ازواج مطہرات سے بھی مشورے لے لیا کرتے تھے۔ حدیبیہ کے موقع پر جب صلح نامہ لکھا گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد فرمایا کہ اٹھو اور اونٹوں کو ذبح کرو۔ صحابہ کو اس کا بڑا افسوس تھا اور وہ اس پر کسی طرح راضی نہ تھے۔ اس لئے کہ شاید اس کو شکست سمجھتے تھے۔ جب پھر بھی کوئی کھڑا نہ ہوا تو آپ ﷺ اُمّ المومنین حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور صحابہ کو قربانیوں کا حکم دینے والا سارا واقعہ سنایا کہ اس طرح میں نے کہا ہے اور کوئی قربانی نہیں کر رہا۔ اس پر ام سلمہؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ اپنی بات پر عمل دیکھنا چاہتے ہیں۔ تو پھر باہر نکلیں اور کسی سے کوئی بات کئے بغیر اپنے اونٹ کو قربان کر دیں اور حجام کو بلوا کے اپنا سر منڈوانا شروع کر دیں۔ تو دیکھیں صحابہ خود بخود آپ کے پیچھے چلیں گے۔ چنانچہ آپؐ اٹھے اور خاموشی سے اسی طرح کرنا شروع کر دیا اور جب صحابہ نے یہ نظارہ دیکھا تو وہ بھی اپنی قربانیوں کی طرف لپکے اور ذبح کرنے لگے اور ایک دوسرے کے سر مونڈھنے لگے۔ تو جن لوگوں کا خیال ہے اور اعتراض کرنے والوں کی طرف سے یہ شور مچایا جاتا ہے کہ اسلام میں عورت کی رائے کی کوئی اہمیت نہیں۔ اس روایت سے ظاہر ہے کہ اس موقع پر ایک عورت کی ہی ہوش و حواس پر قائم رائے مردوں کو راستہ دکھانے کا باعث بنی تھی۔ اس نے مردوں کو راستہ دکھایا تھا۔ کیونکہ اس وقت جوش میں پتہ نہیں لگ رہا تھا کہ کیا کریں۔

غرض جیسا کہ میں نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں مختلف نوعیت کے مشوروں کے بے شمار واقعات ہیں جن کا احاطہ ممکن نہیں۔ لیکن جیسا کہ ذکر کر آیا ہوں آپؐ اصل میں تو امت کو مشوروں کی اہمیت کا احساس دلانے کے لئے ان کو مشوروں کی عادت ڈالنے کے لئے مشورے کیا کرتے تھے۔

اور اس بارے میں ایک موقع پر نصیحت کرتے ہوئے آپؐ نے فرمایا۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ”جس سے مشورہ لیا جاتا ہے وہ امین ہوتا ہے۔ اس کو امانت کا حق ادا کرنا چاہئے۔ اور پھر فرمایا کہ تم میں سے اگر کوئی اپنے بھائی سے مشورہ مانگے تو وہ اسے مشورہ دے“۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الادب ۔باب المستشار موتمن)

اور مشورے کی یہ اہمیت ہے کہ اس کو امانت قرار دیا گیا ہے اور امانت کا حق ادا کرنے کا اللہ تعالیٰ کا بڑا واضح حکم ہے۔ پھر ایک روایت میں اس طرح بھی آتا ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ میری طرف جس نے بھی ایسی جھوٹی بات منسوب کی جو میں نے نہیں کہی تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔ اور جس سے اس کے مسلمان بھائی نے کوئی مشورہ طلب کیا اور اس نے بغیر رُشد کے مشورہ دیا یعنی بغیر غور و خوض اور عقل استعمال کئے تو اس نے اس سے خیانت کی ہے۔ (الأدب المفرد)

خیانت کرنے والوں کے بارے میں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ گناہوں میں بڑھے ہوئے لوگ ہوتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ان کو بالکل پسند نہیں کرتا۔ پس مشورے بھی بڑی سوچ سمجھ کر دینے چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو یہ توفیق دے کہ وہ ان نصائح پر عمل کرنے والا ہو، اس اسوہ پر عمل کرنے والا ہو۔

پھر ایک روایت میں آتا ہے جس سے پتہ لگتا ہے کہ مشورہ لیتے وقت کس قسم کے لوگوں سے مشورہ لینا چاہئے۔ آپؐ نے فرمایا کہ سمجھدار اور عبادت گزار لوگوں سے مشورہ کرو اور مخصوص افراد کی رائے پر نہ چلو۔

(کنز العمال جلد 3)

صرف یہی ذہن میں نہ سوچ لو کہ یہ چند افراد ہیں، عقل کی بات کر سکتے ہیں ان کے علاوہ کوئی مشورہ نہیں دے سکتا۔ یہ دیکھو کہ عقل ہو اور عبادت گزار ہو۔ پس اس میں بھی نمائندگان شوریٰ کے لئے توجہ اور نصیحت ہے کہ آپ لوگوں کو آپ کا یہ معیار سمجھتے ہوئے شوریٰ کا نمائندہ بنایا گیا ہے۔ پاکستان میں اور دیگر ملکوں میں بعض جگہ شوریٰ ہو رہی ہیں۔ اس لئے عبادتوں کے حق بھی ادا کرنے کی کوشش کریں۔ اور اپنی عقل اور اپنے علم کو دعا کے ساتھ مشورے کی شکل میں ڈھالیں تبھی اللہ تعالیٰ بہتر مشورے کی توفیق عطا فرمائے گا۔ اور اس میں برکت ڈالے گا۔ اللہ تعالیٰ سب کو توفیق دے۔

M. S. DOUBLE GLAZING LTD

Supplier & Installers

UPVC Windows, Doors, Porches, Patio Doors, Conservatries

*For Friendly Quote Please Contact **Muhammad Sajid Qamar***

Tel: 020 8239 8312 Mobile:07734470783 Fax: 020 8664 1190

Free Estimate, Grade 'A' Quality Material, Competitive Price, 10Years Guarantee

احمدی بہن بھائیوں کے لئے خوشخبری! ڈبل گلیزنگ کا نہایت معیاری کام۔ اے گریڈ کوالٹی کا میٹریل مناسب دام

بقیہ: اسلام میں شوریٰ کا نظام
از صفحہ ۴

ہے اگر آپ اس پر ڈٹے رہے تو پکڑ لیں گے اور اگر چھوڑ کر چلے گئے تو وہ آپ کا کچھ بگاڑ نہیں سکتی۔ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے محاصرہ ختم کرنے کا فیصلہ فرمایا اور واپس وادی حنین میں تشریف لائے جہاں لوگ مال غنیمت کی تقسیم کے منتظر تھے۔

(حیات محمد صفحہ ۵۴۳۔۵۴۴۔ ۲۔ الرحیق المختوم صفحہ ۶۶۴ تا ۶۶۷)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مال غنیمت کی تقسیم کے کام سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ قبیلہ ہوازن میں سے جو لوگ مسلمان ہو گئے تھے ان کا ایک وفد حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان لوگوں نے اپنے اموال اور بیوی بچوں کی واپسی کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں درخواست کی۔ قبل ازیں حضرت شیما بنت حارث کے ساتھ حضور کی صلہ رحمی نے ان کی ڈھارس بندھا دی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا۔ تمہیں اپنے بیوی بچے زیادہ عزیز ہیں یا مال و اسباب اور مویشی۔ انہوں نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول ہمیں اپنے بال بچوں سے زیادہ عزیز اور کوئی چیز نہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا بہت اچھا۔ میں اپنے اور اپنے خاندان کے حصہ میں آنے والے مرد اور عورتیں اور بچے واپس کر دوں گا۔ رہے وہ قیدی جن کو میں قبل ازیں دوسروں میں تقسیم کر چکا ہوں ان کے متعلق تم ایسا کرنا کہ ظہر کی نماز ادا کرنے کے بعد صحابہ کی موجودگی میں ان کو واگزار کرنے کی استدعا کرنا۔ پھر دیکھیں گے کیا بنتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اس پر آنحضرتؐ نے فرمایا:

”دوستو! میں اپنا اور بنو عبدالمطلب کا حصہ واپس کرتا ہوں۔ اس پر صحابہ کرام بیک زبان بول اٹھے ماکان لنا فھو لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ بھی ہمارا ہے وہ ہمارا نہیں وہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ چنانچہ انہوں نے بھی اپنے حصہ کے قیدی واپس کر دیئے۔“

(حیات محمد صفحہ ۵۴۵۔۵۴۶)

عہد نبویؐ میں دیگر پیش آمدہ معاملات میں مشورے کا طریق

مدینہ میں اسلام سے قبل کسی مملکت کا کوئی وجود نہ تھا۔ مختلف قبیلے بستے تھے اور ان میں سے ہر ایک کا اپنا اپنا دستور پایا جاتا تھا جس میں نظم و نسق کا کوئی خاص اہتمام نہ تھا قبیلے کے سردار کی ذات میں ہی معاملات کا ارتکاز تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں پہلی دفعہ نظم و ضبط پر مشتمل ایک شہری نظام قائم فرمایا جس سے ہر چیز کا انتظام از سر نو عمل میں آیا اور بتدریج معاشرتی ترقی رونما ہوئی تاہم حضور نے مصلحتاً قبائل کی خودمختاری میں دخل نہیں دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی پیش آمدہ معاملات میں مشورہ طلب فرماتے تو ہر قبیلہ کے نمائندہ یعنی سردار سے توقع کی جاتی کہ وہ تائید یا اختلاف کی صورت میں ضرور مشورہ دے۔ یہ بھی احادیث سے ثابت ہے کہ مختلف افراد سے انفرادی مشورے بھی ہمیشہ ہوتے رہے۔

(دائرۃ المعارف اردو جلد ۱۹ صفحہ ۴۵)

اس ضمن میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ مبارک کو دیکھا جائے تو آپ کے زمانہ کے حالات کے مطابق آپ نے دس پندرہ آدمیوں سے لے کر ایک ہزار تک کی شوریٰ بلائی۔ تاریخ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض ایسے مشورے بھی ریکارڈ کئے ہیں جن میں مشورہ دینے والے دس پندرہ آدمیوں سے زیادہ نہیں تھے اور بعض مواقع پر مشورہ دینے والے اس سے زیادہ تھے۔ پس معلوم ہوا کہ دس پندرہ آدمیوں سے لے کر ایک ہزار تک آدمیوں سے مشورہ لینے کی سنت قائم کی ہے“۔

(رپورٹ مجلس مشاورت 1967ء صفحہ 65)

اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں جو مشورے کے واقعات ہیں ان کی تفصیل میں جانے کا وقت تو نہیں مگر ہر قسم کی مثالیں موجود ہیں۔ کہیں آپ نے ایک خاتون سے مشورہ کیا کہیں چند صحابہ سے مشورہ کیا۔ کبھی پوری جماعت سے مشورہ کیا۔ صلح حدیبیہ کے وقت پوری جماعت سے مشورہ کیا اور پوری جماعت کے فیصلہ کو رد فرما دیا۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 29 مارچ 1996ء)

اسی طرح آپ فرماتے ہیں:

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مشورہ کیا ہر چھوٹے بڑے سے اور مشورہ میں یہ بات پیش نظر رکھی کہ مشورے کی صلاحیت ہے تو اس سے مشورہ کیا جائے اور چونکہ ہر کام میں ہر شخص کو صلاحیت نہیں ہوتی اس لئے بعض مواقع پر بعض خاص لوگوں کو بلوایا‘ ان سے مشورہ کیا۔ بعض کاموں پر کسی اور کو بُلا لیا لیکن اس قسم کی مجلس شوریٰ جیسا کہ اب رواج ہے قانونی حساب سے اور باقاعدہ ڈیماکریسی کے طریق پر ووٹ کر کے یہ وہاں اس وقت رائج نہیں تھا۔ یہ وقت کے پھیلے ہوئے تقاضوں کے نتیجہ میں بنا ہے۔ مگر بنیادی چیز وہی ہے جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرز شوریٰ تھی“۔(خطبہ جمعہ فرمودہ 28 مارچ 1997ء)

فرمان رسول ﷺ

”اے لوگو! مجھے مشورہ دو“

پس حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طریق تھا کہ جب بھی کوئی مہم درپیش ہوتی یا کوئی معاملہ زیر غور ہوتا تو آپ اس کے متعلق لوگوں سے مشورہ کرتے۔ آپ صحابہ کو جمع کرتے اور پیش آمدہ معاملہ کو بیان کرکے فرماتے اَشِیْرُوْا عَلَیَّ اَیُّھَا النَّاسُ۔

(سیرت ابن ہشام جلد ۱ ترجمہ مولانا غلام رسول مہر صفحہ ۷۰۸) اے لوگو! مجھے مشورہ دو۔

حضورؐ اگرچہ سب سے مشورہ طلب فرماتے تھے لیکن چونکہ ہر آدمی کا مشورہ دینا یا نہ دینا اس پر منحصر تھا اس لئے عملاً یہ ہوتا تھا کہ کچھ دیر خاموشی رہتی اور اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوتے اور اپنی رائے مختصراً پیش کر کے بیٹھ جاتے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوتے اور وہ بھی اختصار کے ساتھ اپنا مشورہ پیش کرتے اور بیٹھ جاتے۔ بعض دفعہ کچھ اور اصحاب بھی اپنا مشورہ دیتے اور اس طرح اتفاق رائے سے فیصلہ ہو جاتا یعنی آپ صحابہ کا مشورہ قبول فرما لیتے۔ عموماً حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کا متفقہ مشورہ صائب ہوتا تھا چنانچہ مسند احمد بن حنبل جلد ۴ صفحہ ۲۲۷ پر یہ حدیث مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا جب مشورہ دیتے وقت تم دونوں کسی بات پر متفق ہو جاتے ہو تو میں تم دونوں کی مخالفت نہیں کرتا۔

امور مملکت کے ضمن میں رسول اللہ ﷺ کا صحابہ کرام سے مشورہ کرنے کے بارہ میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ایک مشہور حدیث ہے جسے امام بیہقی نے مجمع الزوائد ومنبع الفوائد باب الاجتہاد میں نقل کیا ہے۔ حضرت معاذ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے جب انہیں یمن بھجوانے کا ارادہ کیا تو آپ نے صحابہ میں سے بہت سے لوگوں سے مشورہ طلب فرمایا۔ ان میں حضرت ابوبکر۔ عمر۔ عثمان۔ علی۔ طلحہ۔ زبیر اور اسید بن حضیر رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ حضرت ابوبکر نے عرض کی کہ اگر حضور ہم سے مشورہ نہ طلب فرماتے تو ہم کوئی بات نہ کرتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جن امور کے بارہ میں مجھے وحی نہیں ہوتی ان کے متعلق (اظہار خیال کرتے وقت) میری حالت بھی تمہاری ہی طرح کی ہوتی ہے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ حضور کے اس فرمان کے بعد صحابہ کرام کو مشورہ پیش کرنے کی جرأت پیدا ہوئی اور ان میں سے بعض نے اپنی رائے دی۔

اذان کے بارے میں مشورہ

ہجرت مدینہ کے ابتدائی زمانہ میں نماز کے لئے اعلان یا اذان وغیرہ کا کوئی انتظام نہ تھا۔ صحابہ کرام عموماً وقت کا اندازہ کر کے خود نماز کے لئے جمع ہو جاتے تھے۔ مسجد نبوی کی تعمیر کے بعد یہ مسئلہ پیدا ہوا کہ مسلمانوں کو نماز کے لئے کیسے اکٹھا کیا جائے۔ کسی صحابی نے عیسائیوں کی طرح ناقوس بجانے کا مشورہ دیا۔ کسی نے یہود کی مثال میں بوق کی تجویز پیش کی۔ کسی نے کچھ اور مشورہ دیا مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ کسی آدمی کو مقرر کر دیا جائے کہ وہ نماز کے وقت یہ اعلان کر دیا کرے کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مشورہ کو پسند فرمایا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اس فرض کو ادا کیا کریں۔

(صحیح بخاری کتاب الاذان)

عورتوں کا مشورہ

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجتماعی مشوروں میں مردوں کے علاوہ عورتوں کو بھی شامل فرماتے تھے۔ چنانچہ صلح حدیبیہ کے موقع پر جب صحابہ کرام میں شدید اختلاف پیدا ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے احرام کھولنے اور قربانی کرنے کا کہا تو مارے غم کے کوئی نہ اٹھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس صورت حال کو دیکھ کر خاموشی سے اپنے خیمے کے اندر تشریف لے گئے۔ ام المومنین حضرت ام سلمٰی رضی اللہ عنہا نے جو اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں کہا یا رسول اللہ! آپ غم نہ کریں۔ صحابہ خدا کے فضل سے نافرمان نہیں ہیں مگر اس صلح کی شرائط نے انہیں غم سے دیوانہ بنا دیا ہے اس لئے میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ ان سے کچھ نہ کہیں آپ خود احرام کھول دیں اور قربانی کے جانور کو ذبح کر دیں صحابہ خود بخود آپ کی پیروی کریں گے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا اور صحابہ نے دیوانہ وار اپنے جانور ذبح کرنے اور سر کے بال منڈوانے شروع کر دیئے۔

(سیرت خاتم النبیین صفحہ ۷۶۹۔۷۷۰)

(باقی آئندہ شمارہ میں)

Glebe Travels
Special Offers
Khi - Isb - Lhe
£320 £360 £360
Dubai Package
4*5nts - £475 pp
t: 0208 336 0794
m: 07765 32 46 01
(All prices are subject to availibity)

Earlsfield Properties
We will manage your property at 0% commission
Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years
Free management Service
Guaranteed vacant possession
175 Merton Road London SW18 5EF
Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

سب کچھ تیری عطا ہے گھر سے تو کچھ نہ لائے
Nayaab Travel Fernreisen
احمدی احباب کے لئے ڈسلڈورف میں دنیا بھر کے خوشگوار سفر اور کم قیمت ٹکٹوں کے لئے ایک ہی نام۔ نایاب ٹریول۔
مزید معلومات اور فوری بکنگ کے لئے بی۔ بیگ اور نصیر بیگ سے رابطہ کریں
لندن جانے کے لئے فیری کے سستے ٹکٹ ہم سے خرید فرمائیں
Tel: 00 49 - 211 - 2205611 Fax: 00 49 - 211 - 220 5613
e-mail: nayaab@web.de
Pionier Str. 15 40215 - Dusseldorf (Germany)

سو سال پہلے

تاریخ احمدیت سے 1905ء کے اہم واقعات اور تائیدات الٰہیہ پر ایک نظر

(حبیب الرحمن زیروی)

قسط نمبر 4

دہلی سے روانگی (۴رنومبر ۱۹۰۵ء)

دہلی جاتی دفعہ لدھیانہ کے احباب کو حضرت اقدس کا شرفِ زیارت حاصل نہیں ہو سکا تھا اور حضور کو اس کا بہت خیال تھا۔ اور دہلی پہنچتے ہی فرمایا تھا کہ واپسی پر ہم لدھیانہ میں ضرور قیام کریں گے۔ جماعت لدھیانہ کو بھی شرفِ زیارت نہ ہو سکنے کا بہت قلق تھا۔ اس نے حضرت مولوی عبدالقادر صاحب لدھیانوی کو دہلی بھیجا تا وہ حضرت اقدس سے جماعت لدھیانہ کی طرف سے درخواست دعوت حضرت اقدس کی خدمت میں پیش کریں۔ چنانچہ حضرت مولوی صاحب موصوف اس غرض کیلئے دہلی پہنچے اور جماعت کی درخواست دعوت پیش کی جسے حضرت اقدس نے بڑی خوشی سے منظور فرمالیا۔ ۴رنومبر ۱۹۰۵ء کی شام کو حضور واپسی کی غرض سے معہ خدام دہلی کے اسٹیشن پر پہنچے۔ خواجہ حسن نظامی مرحوم بھی مشایعت کے لئے پہلے سے موجود تھے۔ انہوں نے حضور کی خدمت میں درخواست کی کہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر بزرگان دہلی کے مقام اور مرتبے سے متعلق ایک تحریر قادیان سے لکھ کر روانہ فرمائیں۔ حضور نے ان کی درخواست منظور فرمائی۔

لدھیانہ میں ورود (۵ نومبر ۱۹۰۵ء)

حضرت اقدس دہلی سے روانہ ہوکر ۵رنومبر کو صبح ۱۱ بجے کے قریب لدھیانہ پہنچے۔ جہاں ایک ہزار کے قریب احباب حضور کے استقبال اور زیارت کیلئے موجود تھے۔ پٹیالہ، راہوں، بنگہ، حاجی پور، بسی اور مالیر کوٹلہ وغیرہ کی جماعتوں کے اکثر احباب اسٹیشن پر موجود تھے۔ احباب لدھیانہ نے حضرت اقدس کے قیام کے لئے ایک وسیع مکان کا انتظام کر رکھا تھا جس میں ضرورت کی تمام اشیاء موجود تھیں۔ ۵رنومبر کی شام کو ہی حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب کا لدھیانہ میں ایک وعظ ہوا جو بہت ہی پسند کیا گیا۔ ۶رنومبر کی صبح کو حضرت اقدس نے کچھ نصائح فرمائیں۔

لیکچر لدھیانہ (۶رنومبر ۱۹۰۵ء)

۶رنومبر ۱۹۰۵ء کو حضرت اقدس نے کئی ہزار کے مجمع میں ایک عام تقریر فرمائی۔ اس تقریر میں حضور نے اسلام کی سچائی اور اس کی موجودہ حالت اور اصلاح کے وسائل کا ذکر فرمایا۔ نیز اپنے دعاوی کے دلائل بھی بیان فرمائے۔ یہ تقریر صبح ساڑھے آٹھ بجے سے ساڑھے گیارہ بجے تک متواتر تین گھنٹہ تک ہوتی رہی اور لوگ پورے سکون کے ساتھ سنتے رہے۔

(حیات طیبہ صفحہ۳۰۲)

حضور نے فرمایا "میں اللہ تعالیٰ کا شکر کرتا ہوں جس نے مجھے یہ موقعہ دیا کہ میں پھر اس شہر میں تبلیغ کرنے کے لئے آؤں۔ میں اس شہر میں چودہ برس کے بعد آیا ہوں اور میں ایسے وقت اس شہر سے گیا تھا جبکہ میرے ساتھ چند آدمی تھے اور تکفیر اور تکذیب اور دجال کہنے کا بازار گرم تھا اور میں لوگوں کی نظر میں اس انسان کی طرح تھا جو مطرود اور مخذول ہوتا ہے اور ان لوگوں کے خیال میں تھا کہ تھوڑے ہی دنوں میں یہ جماعت مردود ہوکر منتشر ہو جائے گی۔ اور اس سلسلہ کا نام و نشان مٹ جائے گا۔ چنانچہ اس غرض کے لئے بڑی بڑی کوششیں اور منصوبے کئے گئے اور ایک بڑی بھاری سازش میرے خلاف یہ کی گئی کہ مجھ پر اور میری جماعت پر کفر کا فتویٰ لکھا گیا اور سارے ہندوستان میں اس فتویٰ کو پھرایا گیا۔ میں افسوس سے ظاہر کرتا ہوں کہ سب سے اول مجھ پر کفر کا فتویٰ اس شہر کے چند مولویوں نے دیا۔ مگر میں دیکھتا ہوں اور آپ دیکھتے ہیں کہ وہ کافر کہنے والے موجود نہیں اور خدا تعالیٰ نے مجھے اب تک زندہ رکھا اور میری جماعت کو بڑھایا۔ میرا خیال ہے کہ وہ فتویٰ کفر جو دوبارہ میرے خلاف تجویز ہوا۔ اسے ہندوستان کے تمام بڑے شہروں میں پھرایا گیا اور دوسو کے قریب مولویوں اور مشائخوں کی گواہیاں اور مہریں اس پر کرائی گئیں۔ اس میں ظاہر کیا گیا کہ یہ شخص بے ایمان ہے، کافر ہے، دجال ہے، مفتری ہے، کافر ہے بلکہ اکفر ہے۔ غرض جو جو کچھ کسی سے ہو سکا میری نسبت اس نے لکھا اور ان لوگوں نے اپنے خیال میں یہ سمجھ لیا کہ بس یہ ہتھیار اب اس سلسلہ کو ختم کردے گا۔ اور فی الحقیقت اگر یہ سلسلہ انسانی منصوبہ اور افتراء ہوتا تو اس کے ہلاک کرنے کے لئے یہ فتویٰ کا ہتھیار بہت ہی زبردست تھا۔ لیکن اس کو خدا تعالیٰ نے قائم کیا تھا پھر وہ مخالفوں کی مخالفت اور عداوت سے کیونکر مر سکتا تھا۔ جس قدر مخالفت میں شدت ہوتی گئی اسی قدر اس سلسلہ کی عظمت اور عزت دلوں میں جڑ پکڑتی گئی۔ اور آج میں خدا تعالیٰ کا شکر کرتا ہوں کہ یا تو وہ زمانہ تھا کہ جب میں اس شہر میں آیا اور یہاں سے گیا تو صرف چند آدمی میرے ساتھ تھے۔ اور میری جماعت کی تعداد نہایت ہی قلیل تھی اور یا اب وہ وقت ہے کہ تم دیکھتے ہو کہ ایک کثیر جماعت میرے ساتھ ہے اور جماعت کی تعداد تین لاکھ تک پہنچ چکی ہے۔ اور دن بدن ترقی ہو رہی ہے اور یقیناً کروڑوں تک پہنچے گی۔"

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۵۲۹۔۵۳۰)

امرتسر میں قیام اور لیکچر

حضرت اقدس ۸رنومبر کی صبح کو لدھیانہ سے روانہ ہوئے اور امرتسر تشریف لائے جہاں حضور نے دو روز تک اس مکان میں قیام فرمایا جہاں ۱۸۹۳ء کے مباحثہ جنگ مقدس کے دوران ٹھہرے تھے۔ ۹ نومبر کی صبح امرتسر میں بھی حضور کی ایک تقریر ہونا قرار پائی۔ جماعت امرتسر نے اس لیکچر کے لئے اشتہار بھی دیا کہ عالی جناب حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے ہماری درخواست پر ایک پبلک وعظ اسلام کے زندہ مذہب ہونے اور اس کے انوار و برکات کے بارے میں کرنا منظور فرمالیا ہے۔ چونکہ یہ جلسہ محض تبلیغ حق کی خاطر ہوگا اور اس سے کوئی غرض مباحثہ یا مناظرہ نہیں ہے اس لئے کسی شخص کو اس میں بولنے کی اجازت نہ ہوگی۔

لیکچر کے لئے کنھیا لال صاحب وکیل کا لیکچر ہال لیا گیا تھا۔ ۸ بجے کے بعد حضور نے تقریر شروع فرمائی۔ پہلے یہ بیان فرمایا کہ قریباً چودہ سال پہلے مجھ پر کفر کا فتویٰ دیا گیا اور مولوی عبدالحق غزنوی نے میرے ساتھ مباہلہ کیا جس کے بعد خدا تعالیٰ نے میری بہت مدد فرمائی۔ تین لاکھ سے زیادہ آج میرے مرید ہیں اور کثرت سے مخلصین میرے ساتھ ہیں۔ مخالفوں کی زبردست کوششوں اور منصوبوں کے باوجود خدا تعالیٰ نے مجھے کامیاب کیا۔ غرض پون گھنٹہ کے قریب حضور نے تقریر فرمائی۔ اس کے بعد حضور نے اسلام کی خوبیوں کا ذکر کرنا شروع کرنا چاہا تو مخالفین نے ایک ہنگامہ کھڑا کر دیا۔ بعض نے تالیاں بجائیں سیٹیاں ماریں اور فحش گالیاں دینا شروع کر دیں۔ امرتسر کے رؤساء نے کھڑے ہوکر بار بار ان کو سمجھایا مگر کسی نے ایک نہ سنی اور اس قدر شور برپا کیا کہ لیکچر بند کرنا پڑا۔ حضور گاڑی میں سوار ہوئے تو ہر طرف سے پتھر اور اینٹیں برسانا شروع کر دیں۔ عین سنگ باری کے دوران میں ایک آدمی نے زور سے السلام علیکم کہا۔ حضور نے فرمایا وعلیکم السلام۔ اس نے کہا میں نے وہ سلام پہنچایا ہے جو رسول کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ جب مہدی آئے تو اس کو میرا سلام پہنچانا۔ حضور نے مسکراتے ہوئے فرمایا۔ الحمدللہ کے رسول کریمؐ کی پیشگوئی پوری ہوگئی۔ پتھر بھی قوم نے برسائے اور السلام علیکم بھی پہنچ گیا۔

ورود قادیان (۱۰ نومبر ۱۹۰۵ء)

آخر ۱۰ نومبر ۱۹۰۵ء کو دن کے ۱۲ بجے حضور معہ خدام بخیر و عافیت قادیان دارالامان پہنچ گئے۔ فالحمدللہ علیٰ ذٰلک۔ جمعہ کا مبارک روز تھا۔

(باقی آئندہ شمارہ میں)

❁❁❁❁❁❁

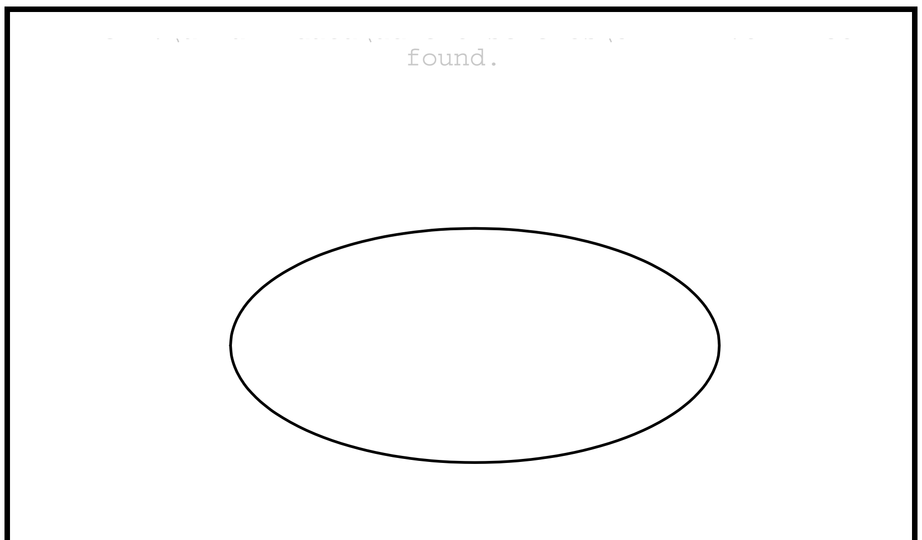

BELA BOUTIQUE

ہر موسم اور موقع کے لئے زنانہ ملبوسات، فینسی سینڈلز،

مردانہ سوٹ، اچکن، پرنس سوٹ اور کھلا کپڑا

اس کے علاوہ کپڑوں کی سلائی اور مرمت Anderung کا مکمل انتظام ہے

Kaiser Str. 64 (Kaiserpassage-Laden 31-33) 60329 Frankfurt (Germany)

Tel: 069-24279400 - e:mail- BELAboutique@aol.com

بچوں کی سکول میں کامیابی میں
والدین کا کِردار

(مقصود احمد علوی ، جرمنی)

کم ترقی یافتہ ممالک سے طالب علم بہت زیادہ اخراجات برداشت کرکے اعلیٰ تعلیم کے حصول کیلئے یورپ اور امریکہ آتے ہیں۔ ہم لوگ جو اِن ممالک میں موجود ہیں اس لحاظ سے بھی خوش قسمت ہیں کہ ہمیں تو بہرحال یہ سہولت اور مواقع بغیر اضافی اخراجات کے میسّر ہیں کہ ہماری اولادیں یہاں کے تعلیمی اداروں میں بہتر تعلیم حاصل کرسکیں۔لیکن اپنے بچّوں کی بہتر رنگ میں راہنمائی اور مدد کیلئے ضروری ہے کہ ہم یہاں کے نظامِ تعلیم کو اچھی طرح سمجھیں اور تعلیمی میدان میں درپیش مسائل سے بھی آگاہی حاصل کریں۔

یہ درست ہے کہ سکولوں میں پڑھائے جانے والے مضامین کا نصاب مقرر ہوتا ہے اور اساتذہ کی یہ ذمّہ داری ہوتی ہے کہ وہ یہ نصاب بچوں کو پڑھائیں لیکن یہ بات والدین کو اپنے بچوں کی تعلیمی ضروریات پوری کرنے سے بری الذمّہ نہیں کر دیتی۔ ہمیں کبھی نہیں بھولنا چاہئے کہ ہمارے بچّے دن کا بہت کم حصّہ سکول میں اپنے اساتذہ کے ساتھ اور شب و روز کا زیادہ تر حصّہ گھروں میں ہمارے ساتھ گزارتے ہیں جس کی نگرانی ہماری ہی ذمّہ داری بنتی ہے۔ اس لئے بچوں کی سکول میں کامیابی کے لئے سب سے پہلا اور بنیادی فرض جو والدین پر عائد ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ وہ اُن کو سکول میں داخل کرا کے اپنے آپ کو فارغ نہ سمجھ لیں بلکہ شروع سے لے کر اُن کی تعلیم مکمل ہونے تک بھرپور اور فعّال کردار ادا کریں۔

ماہرین کی رائے میں والدین کا ذاتی بہتر نمونہ اُن کی اپنی مالی حیثیت اور تعلیمی معیار سے کہیں زیادہ ضروری ہے اور یہ بچوں کی سکول میں کامیابی کیلئے بڑا اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اس لئے والدین کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ اِس طور سے اپنے شب و روز گزاریں کہ جس سے بچوں کی شخصیّت پر مثبت اثرات مترتّب ہوں۔ہمیں اپنے بچوں کی تعلیم میں ذاتی دلچسپی لیتے ہوئے اُن کی اس اہم مقصد کی طرف راہنمائی کرنی چاہئے کہ بہتر تعلیم نہ صرف اُن کی ذاتی خوشگوار اور پُر امن عملی زندگی کے لئے ضروری ہے بلکہ اس پر ہماری مُلکی ترقی کا بھی دارومدار ہے۔

اس مضمون میں بچوں کی سکول میں بہتر کارکردگی کیلئے والدین کے کردار کے حوالہ سے بعض اہم معلومات مہیّا کرنے کے علاوہ اُن کی راہنمائی کیلئے متعدّد ضروری تجاویز بھی پیش کی گئی ہیں۔اگر اِن کو ملحوظ رکھا جائے تو بچّوں کی کافی حدتک مدد کی جاسکتی ہے۔ بعض والدین کیلئے ان سب تجاویز پر عمل کرنا بظاہر مشکل نظر آئے گا لیکن یاد رہے کہ ہمارے مدِّ نظر اس ترقّی یافتہ ماحول میں اپنے بچّوں کی کامیابی ہے اور اس کیلئے یہ کم از کم معیار ہے جس کے ذریعے ہم اُن کی مدد کرسکتے ہیں۔ ایسے والدین بھی کوشش کریں کہ اپنے بڑے بچوں یا عزیزوں کی مدد سے ان تجاویز پر عمل کرسکتے ہیں۔

بنیادی طور پر ہر بچّے میں سکول اور زندگی میں کامیابی کی صلاحیت موجود ہوتی ہے اور اسی طرح تمام والدین بھی اپنے بچّوں کی مدد کرسکتے ہیں۔اور یہ صرف اُسی صورت میں ممکن ہے کہ ہم یہ جان لیں کہ بچّے کیسے سیکھتے ہیں اور انہیں سیکھنے کیلئے کیسے تیار کیا جاسکتا ہے۔

ہم جانتے ہیں کہ بچّے عموماً وہی کرنا چاہتے جو اُن کے والدین کرتے ہیں۔ جو کچھ ہم اپنی روزمرّہ زندگی میں کہتے یا کرتے ہیں وہ سکول میں اُن کے مثبت رویّے، سیکھنے کی صلاحیّت اور اعتماد کو ترقی دینے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ والدین کو اپنے عملی رویّہ سے یہ ثابت کرنا ہے کہ اُن کی نظر میں تعلیم کی بہت زیادہ قدر و قیمت ہے۔ والدین کا یہ رویّہ بچّوں کی سکول میں کامیابی کی ضمانت ہے۔

والدین بچّے کے سب سے پہلے استاد ہوتے ہیں۔اس حیثیت سے اُن کے لئے ضروری ہے کہ وہ بچّوں کے سکول سے ایک مستقل اور مضبوط تعلق قائم رکھیں۔ اس تعلق کی وجہ سے بچّے نسبتاً خوش دلی سے سکول جاتے ہیں اور وہاں اُن کی کارکردگی بھی بہتر ہوتی ہے۔بچّوں کی سکول میں کامیابی کیلئے والدین اُن کے استادوں کے ساتھ مل کر غور و فکر سے نئی تحقیقات کی روشنی میں پڑھانے کے ایسے جدید طریق اپنانے پر اتفاقِ رائے کرسکتے ہیں کہ جو بچّوں کیلئے بہتر سے بہتر رنگ میں مددگا ثابت ہوں۔

گھر میں بچوں کی مدد
مطالعہ کی حوصلہ افزائی

بچّے کو ایک قاری (پڑھنے والا) بننے میں مدد دینا وہ واحد اور اہم ترین ذریعہ ہے کہ جو اس کے سکول بلکہ زندگی میں کامیابی کیلئے ایک بنیادی اینٹ کی حیثیّت رکھتا ہے۔ پڑھنے کی اہمیّت پر جتنا بھی زور دیا جائے اتنا ہی کم ہے۔ بہتر سے بہتر رنگ میں پڑھنے کی صلاحیّت سکول میں بچّوں کے تمام مضامین میں مدد دیتی ہے۔ یہ کہنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بالخصوص پڑھنے کے حوالے سے آئندہ زندگی کے لئے یہ ایک چابی ہے۔ یہاں ذیل میں چند ایسے نکات بیان کئے جارہے ہیں کہ جو آپ کے بچّے کو ایک اچھا قاری بننے میں مددگار ثابت ہونگے:

الف:بچّے کے سامنے اونچی آواز (ظاہر ہے مناسب) سے پڑھنا اس کی شیرخواری کی عمر سے ہی آپ کا روزانہ کا معمول ہونا چاہئے۔شروع شروع میں ایک وقت میں چند منٹ پڑھیں لیکن دن میں زیادہ دفعہ۔ جب بچّے کی عمر کچھ زیادہ ہو جائے تو اس کی خواہش کے مطابق زیادہ دیر تک پڑھیں۔ پڑھنے کے دوران بچّے سے باتیں بھی جاری رکھیں اور کہانی کے بارے میں سوالات کرنے میں اس کی حوصلہ افزائی کریں۔ بچّے کو کہیں کہ وہ بتائے کہ پھر کیا ہوا؟ جب آپ کا بچّہ خود پڑھنا شروع کر دے تو اُسے کہیں کہ وہ آپ کو وہ کتابیں اور رسالے پڑھ کر سنائے جو اُسے اچھے لگتے ہیں۔

ب:اس اہم بات کا ہمیشہ دھیان رکھیں کہ آپ کے گھر میں آپ کے بچّے کی عمر کی مناسبت سے ہر وقت کافی تعداد میں پڑھنے کے لئے کتب اور رسائل موجود ہوں۔ ضروری نہیں ہے کہ پڑھنے کا یہ مواد جدید اور مہنگا ہو۔ بچّوں کی کتابیں سستے داموں مارکیٹ سے بھی مل سکتی ہیں۔ اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کو کہا جاسکتا ہے کہ وہ خوشی کے مختلف مواقع پر بچوں کو تحفہ میں کتابیں دیا کریں۔

ج:آپ کے رویّے سے یہ ظاہر ہونا چاہئے کہ آپ کے نزدیک پڑھنے کی بہت قدر و قیمت ہے۔ آپ کا بچّہ آپ کو دیکھ کر محسوس کرے کہ پڑھنا آپ کی روزمرّہ زندگی کا ایک حصّہ ہے جس سے آپ کو خوشی ہوتی ہے۔جب آپ کا بچّہ دیکھے گا کہ پڑھنا آپ کے لئے بہت اہمیّت کا حامل ہے تو اُسے یہ فیصلہ کرنے میں دقّت نہیں ہوگی کہ یہ اُس کے لئے بھی اتنا ہی ضروری ہے۔اگر آپ پڑھنا لکھنا نہیں جانتے تو کم از کم یہ تو ضرور کریں کہ اکثر و بیشتر اپنے بچّے کے ساتھ شہر کی لائبریری میں جا کر وہاں کچھ وقت گزاریں اور اس کے ساتھ مل کر اس کے لئے کتابیں پسند کریں۔ مقصد یہ ہے کہ بچّے کو کتابوں کا ماحول مہیّا کریں۔

د:اگر آپ کے بچّے کو پڑھنے میں مشکل درپیش ہے تو اس کی مدد کریں۔ان مشکلات کا حل اکثر بہت ہی آسان ہوتا ہے۔ضرورت اس امر کی ہوتی ہے کہ ان کی طرف فوری توجہ کی جائے۔ مثال کے طور پر، ممکن ہے کہ نظر کی کمزوری کی وجہ سے آپ کے بچّے کو پڑھنے میں دشواری کا سامنا ہے اور اسے عینک کی ضرورت ہے۔ یا یہ بھی ممکن ہے کہ اس کی پڑھنے کی صلاحیّت بڑھانے کیلئے اُسے مدد کی ضرورت ہو۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ آپ کے بچّے کو اضافی مدد کی ضرورت ہے تو اُس کے استاد سے سکول کے بعد کے اوقات میں مدد دینے کیلئے رابطہ کریں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ اکثر بچّے جلد یا بدیر پڑھنا سیکھ ہی جاتے ہیں۔اگر والدین اور استاد مل کر کام کریں اور بچّے کی مشکلات کا درست اندازہ کرلیں اور اُسے بر وقت مطلوبہ مدد مل جائے تو اس کے سکول اور زندگی میں کامیابی کیلئے درکار صلاحیّت میں خاطر خواہ اضافے کی توقع کی جاسکتی ہے۔یاد رکھیں آپ کے بچّے کی سکول کی زندگی میں آپ کی ذاتی توجہ اور مدد سب سے زیادہ اہمیّت کی حامل ہے۔دھیان رکھیں کہ یہ مدد اور توجہ اُسے ہر وقت میسّر ہو۔اُس کی اپنی کوششوں کی تعریف بھی کریں اور اُسے حوصلہ بھی دیں۔

بچّے سے گفتگو

بولنا اور سننا بچوں کی سکول میں کامیابی میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ والدین اور دیگر افرادِ خانہ کی باتیں سننے اور پھر ان پر ردّعمل ظاہر کرنے سے بچّوں میں زبان سیکھنے کی صلاحیّت پیدا ہوتی ہے جو آگے چل کر اُن کی بہتر کارکردگی میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔مثال کے طور پر جو بچّے نہ تو زیادہ بات چیت سنتے ہیں اور نہ ہی باتیں کرنے میں اُن کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے،عموماً پڑھنے میں مشکلات کا شکار ہو جاتے ہیں اور یہ امر اُن کے سکول میں مسائل کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے۔مزید برآں جن بچّوں نے گفتگو کو توجہ سے سننا نہ سیکھا ہو ان کیلئے ہدایات پر عمل کرنا اور کلاس میں توجہ قائم رکھنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ آپ اپنے بچّے سے اکثر و بیشتر گفتگو کیا کریں۔کسی بھی موضوع پر بات کی جاسکتی ہے،مثال کے طور پر:

الف: پیدل چلتے یا گاڑی میں سفر کے دوران بچّے سے اُس کے سکول کے بارے میں باتیں کریں۔ اُس کے استادوں ، دوستوں یا سکول ٹرپ کے بارے میں۔ راستے میں نظر آنے والی اشیاء کے بارے میں ۔کاروں یا دلچسپ لوگوں کے بارے میں، یہ وقت چپ چاپ نہ گزار دیں بلکہ اپنے بچّے سے کسی بھی موضوع پر بس گفتگو کریں۔

ب: اگر آپ کسی دوکان میں جائیں تو بچّے سے اشیاء کی قیمتوں اور کوالٹی کے بارے میں بات کریں اور اس بارے میں کہ اچھی چیز کا انتخاب کیسے کیا جاتا ہے۔بچّے کو بتائیں کہ مختلف چیزیں کہاں کہاں ملتی ہیں اور پھر اس کے ساتھ وہاں جا کر خریدیں۔

ج: جب آپ بچوں سے مل کر ٹی وی دیکھ رہے ہوں تو پروگرام کے بارے میں گفتگو کریں۔ اگر بچّے کا پسندیدہ پروگرام ہے تو اس کے کرداروں کے بارے میں بتانے میں بچّے کی حوصلہ افزائی کریں۔اسی طرح یہ بھی پوچھ سکتے ہیں کہ اس میں کام کرنے والے کون سے فنکار اسے پسند ہیں اور کیوں؟ اپنے بچپن کی عمر کے پسندیدہ پروگراموں سے اس پروگرام کا موازنہ کریں۔

د: بچّے سے مل کر کوئی کتاب پڑھنے کے دوران کبھی کبھی رک کر اس کے مندرجات کے بارے میں بات کریں۔ اسے کہیں کہ وہ کتاب میں درج واقعات کے بارے میں اپنے الفاظ میں بتائے۔کتاب میں موجود نئے الفاظ کے معانی سمجھنے میں بچّے کی مدد کریں۔

یہ امر بہت ہی اہمیّت کا حامل ہے کہ جو کچھ آپ کا بچہ کہے اسے پوری توجہ اور دلچسپی سے سنیں۔ مثال کے طور پر جب بچہ آپ سے بات کرے تو ہر دوسرا کام چھوڑ کر اُس کی طرف متوجہ ہوں، اُس کی طرف دیکھیں اور جو کچھ اس نے کہا ہو اس کے بارے میں خود اس سے سوال کریں۔ اُس موضوع کے بارہ میں مزید گفتگو کریں تا کہ اسے یقین ہو جائے کہ جو کچھ اس نے کہا تھا اسے سنا گیا ہے۔بچّے کی بیان کردہ بات کو کبھی کبھی دہرانے سے بھی اسے یہ احساس دلایا جا سکتا ہے کہ اس کی بات کو بڑی توجہ سے سنا جارہا ہے۔

سکول کے کام میں مدد

اپنے بچّے کو احساس دلائیں کہ آپ کے نزدیک تعلیم کی بڑی اہمیّت ہے اس لئے سکول کا کام کرنا لازمی ہے۔ ذیل میں چند ایسے طریقے بتائے جارہے ہیں جن کے ذریعے سے آپ اپنے بچّے کی سکول کے کام میں مدد کرسکتے ہیں:

الف: بچّے کے پڑھنے کے لئے ایک جگہ مخصوص ہونی چاہئے۔یہاں یورپ میں تو تقریباً ہر بچّے کو یہ سہولت میسّر ہے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ بچّے کی میز پر روشنی اور سکول کا کام کرنے کے لئے تمام ضروری اشیاء کا مکمل انتظام ہو۔ایک اور اہم بات کا ضرور خیال رکھا جائے کہ جب آپ کا بچہ کام میں مصروف ہو تو اس وقت نہ تو آپ خود اور نہ ہی دوسرے بچّے ٹی وی وغیرہ آن کریں اور نہ ہی اور کسی قسم کا شور و غل ہو۔اس سے اس کی توجہ بٹ سکتی ہے اور وہ بھی دوسروں کے ساتھ شامل ہونا چاہے گا۔

ب : بہتر ہوگا کہ سکول کا کام کرنے کے لئے ایک وقت مقرر کر لیا جائے۔اس سے بچوں میں وقت کی پابندی کے ساتھ ساتھ اپنا مقررہ کام پورا کرنے کی ذمہ داری کا احساس ترقی کرے گا۔دن بھر کے اوقات کی تقسیم مثلاً کھانے، کھیلنے، سکول کا کام کرنے اور سونے وغیرہ کا بچّوں کی عمروں کو مدنظر رکھتے ہوئے باقاعدہ ایک جدول بنا کر کسی ایسی جگہ آویزاں کریں جہاں ہر وقت اس پر نظر پڑتی رہے۔چھوٹے بچوں کا آپ خود بنائیں لیکن بڑے بچّوں کو کہیں کہ وہ اپنا پروگرام خود بنائیں جس میں آپ کا مشورہ بھی شامل ہو۔

ج :خلل ڈالنے سے مکمل پرہیز کریں۔سکول کے کام کے اوقات میں ٹی وی بند کر دیں۔اسی طرح ٹیلیفون

THOMPSON & CO SOLICITORS
Consult us for your legal requirements
such as Immigration & Nationality,
Conveyancing & Employment,
Welfare Benefits, Personal Injury,
Family & Ancillary Proceedings,,
Wills & Probate, Criminal Litigation .
Contact:
Anas A.Khan, John Thompson Solicitors
1st floor 48 Tooting High Street
London SW17 0RG
Tel: 020 8333 0921+020 8767 5005
Fax: 020 8871 9398
Mobile: 0780-3298065

پر بلند آواز سے گفتگو سے بھی پرہیز کریں۔ بچّے کو بھی سمجھا دیں کہ کام کے دوران گپ شپ کے لئے فون نہ کرے اور نہ ہی سنے۔ اگر آپ کا گھر چھوٹا ہے جہاں اکثر شور رہتا ہے تو کم از کم اس دوران تمام گھر والے بچوں کی خاطر خاموشی اختیار کریں۔ چھوٹے معصوم بچّوں کو کھیلنے کے لئے باہر لے جایا جاسکتا ہے۔ اگر کسی وجہ سے گھر میں خاموشی ممکن نہ ہو تو بچّے اپنا سکول کا کام قریبی لائبریری میں کر سکتے ہیں۔

د: غلطیوں سے مکمل طور پر مبّرا ہونے کی بچّوں سے توقع نہ رکھیں۔ اگر آپ کا بچّہ اپنا سکول کا کام آپ کو دکھائے تو اسے پوری دلچسپی سے دیکھیں اور اس کی حوصلہ افزائی کریں۔ اگر کہیں تنقید کی ضرورت ہو تو اچھّے اور مثبت طریق سے کریں۔

اس سلسلہ میں آخری گزارش یہ ہے کہ ممکن ہے آپ اپنے بچّے کی سکول کے کام میں مدد سے صرف اس وجہ سے جھجک محسوس کریں کیونکہ آپ متعلقہ مضمون میں خود اتنے اچھے نہیں جتنا آپ کا بچہ۔ لیکن یاد رہے کہ سکول کے کام میں مدد دینے کا مطلب سکول کا کام کرنا نہیں ہے۔ اس کو یوں سمجھنا چاہے کہ ایسے والدین نے بچّوں کو ایسی سہولیات اور ماحول مہیّا کرنا ہے جو ان کو بہتر سے بہتر رنگ میں کام کرنے میں مددگار ثابت ہو۔ مثال کے طور پر آپ اگر حساب نہیں جانتے تو یہ تو کر سکتے ہیں کہ پوری ہمدردی اور دلچسپی کا اظہار کریں، بچّے کو خاموشی مہیّا کریں، اس کی ضروریات کا خیال رکھیں، اس کی نگرانی کریں کہ وہ مقررہ وقت پر کام ختم کر لے اور پھر اس کی حوصلہ افزائی کریں۔ اور اگر اسے کسی خاص مضمون میں مدد کی ضرورت ہے تو اس کا انتظام کریں۔

ٹی وی اور ویڈیو گیمز کی نگرانی

چند تجاویز پیشِ خدمت ہیں:

الف: زیادہ چھوٹے بچّوں کو ٹی وی نہ دیکھنے دیں کیونکہ اس سے وہ متحرک تصویروں اور آواز سے معلومات حاصل کرنے کے عادی ہو جاتے ہیں اور بعد میں اُنہیں کتابوں سے استفادہ کرنے میں مشکل پیش آتی ہے۔

ب: ٹی وی کا وقت محدود اور مقرر ہونا چاہئے۔ یاد رکھیں کہ بہت زیادہ ٹی وی دیکھنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بچہ دوسری اہم سرگرمیوں مثلاً پڑھنے، دوستوں کے ساتھ کھیلنے اور دوسرے افرادِ خانہ سے بیٹھ کر گفتگو کرنے وغیرہ سے کٹ کر رہ جاتا ہے۔

ج: ٹی وی دیکھنے کے حوالہ سے اپنا ذاتی نمونہ پیش کریں۔ بچّے عموماً والدین کی نقل کرتے ہیں۔ جن گھروں میں والدین یا دوسرے افرادِ خانہ بہت زیادہ ٹی وی دیکھتے ہوں وہاں بچّے بھی وہی انداز اپنا لیتے ہیں۔ لیکن جن گھروں میں کچھ خاموشی کے اوقات بھی ہوتے ہیں کہ جب ٹی وی بند کر کے آپس میں گفتگو کی جاتی ہے یا کسی اور رنگ میں وہ وقت صرف کیا جاتا ہے تو بچّے بھی پھر ویسا ہی کرتے ہیں۔

د: اگر ہو سکے تو اپنے بچّوں کے ساتھ مل کر ٹی وی دیکھیں۔ ساتھ ساتھ پروگرام کے بارہ میں بات چیت بھی کرتے جائیں۔ اپنے بچّے کے سوالات کے جوابات دیں یا پھر اُن سے سوالات پوچھیں۔

ر: اگر بچّوں کے ساتھ ٹی وی دیکھنا ممکن نہ ہو تو کبھی کبھی اچانک آ کر دیکھ لیا کریں کہ آپ کے بچّے کیا دیکھ رہے ہیں۔ پروگرام ختم ہونے پر اُس کے بارہ میں بات کریں۔ یہ جاننا ضروری ہے کہ آپ کے بچّے کو کیسے پروگرام پسند ہیں اور وہ اُن سے کیا سیکھتا ہے۔

س: لائبریری سے ایسی کتب لا کر بچوں کو دی جاسکتی ہیں جن میں اُن پروگراموں کے بارہ میں زیادہ مفید مواد موجود ہو جو آپ کے بچّے دیکھتے ہیں۔

ش: بچوں کے ویڈیو گیمز کھیلنے کے اوقات کو محدود کریں۔ ٹی وی پروگراموں کی طرح ان کھیلوں کے بارہ میں بھی آپ کو علم ہونا چاہئے جو آپ کا بچہ پسند کرتا ہے اور اُن کے بارہ میں اس سے تبادلہ خیالات کریں۔

لائبریری کا استعمال

لائبریری ایسی جگہ ہوتی ہے جہاں پر انسان کے لئے نئے نئے علوم کے بارہ میں معلومات کا حصول ممکن ہوتا ہے۔ لائبریری کے ساتھ اپنے بچّے کا تعلّق قائم کرنے میں اُس کی مدد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے اُسے ایک ایسی راہ پر ڈال دیا ہے جس پر چل کر وہ ازخود سیکھنے کے قابل ہو جائے گا۔

چند تجاویز پیش ہیں:

الف: جتنا جلد ممکن ہو سکے اپنے بچّے کو لائبریری کا تعارف کرائیں۔ اگر بچّہ ابھی چھوٹا ہے تب بھی ہفتہ میں ایک دفعہ اُسے لائبریری میں ضرور لے جایا کریں اور اُسے تصویروں والی کتابیں لے کر دیں تا کہ وہ چھوٹی عمر سے ہی کتابوں سے مانوس ہو جائے۔

ب: جونہی بچہ سکول جانا شروع کرے، اُسے لائبریری کارڈ دلوائیں تا کہ وہ خود شوق سے اپنی پسند کی کتابیں حاصل کر سکے۔ لائبریرین سے اپنا اور بچّے کا تعارف کرائیں اور اُسے کہیں کہ وہ آپ کے بچّے کو لائبریری کے بارہ میں کچھ تفاصیل بھی بتائے اور یہ کہ وہ یہاں سے کیا کچھ حاصل کر سکتا ہے۔

ج: اپنے بچّے کو بتائیں کہ اُسے لائبریری کے قواعد و ضوابط کی پابندی کرنی ہوگی۔ لائبریریاں تو ہوتی ہی اس مقصد کیلئے ہیں کہ لوگ ان سے فائدہ اٹھائیں لیکن ان کے مقرر کردہ قواعد کی پابندی کرنا بہر حال لازم ہے۔ مثال کے طور پر:

- لائبریری کی اشیاء کو احتیاط سے رکھنا۔
- حاصل کردہ کتب یا دوسری اشیاء کو مقررہ وقت پر واپس کرنا۔
- لائبریری میں دوسرں کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے۔ اونچا بولنے، دوڑنے بھاگنے اور توڑ پھوڑ کو لائبریری کے ماحول سے کوئی مناسبت نہیں۔

انٹرنیٹ اور اس کا مناسب استعمال

انٹرنیٹ دورِ حاضر کی ایک ایسی حیرت انگیز ایجاد ہے کہ جس نے رابطے اور معلومات کی دُنیا میں عظیم انقلاب برپا کر دیا ہے۔ اب تو ایسا لگتا ہے کہ پوری دُنیا سمٹ کر ایک کمرے میں آ گئی ہے۔ اِس کے ذریعے زندگی کے ہر شعبے کے بارے میں ہر قسم کی معلومات چند ثانیوں میں حاصل کی جا سکتی ہیں۔ ذاتی روابط کے حوالے سے گفتگو، تحریری پیغامات اور تصاویر کے تبادلے بھی اِس ایجاد سے نہایت آسان کر دیے گئے ہیں۔ لیکن جس طرح دیگر مفید ذرائع ابلاغ مثلاً ٹی وی اور اخبارات و رسائل کے بعض منفی پہلو بھی ہیں اِسی طرح انٹرنیٹ کے بھی کئی ایک منفی اثرات زندگی پر مترتّب ہوتے ہیں اور اگر اسے حدود کے اندر رہ کر استعمال نہ کیا جائے تو یہی مفید ایجاد گھریلو اور معاشرتی امن کو تباہ کرنے کا مُوجب ہو سکتی ہے۔ یہ بات ہمیں اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ آج کے دور میں انٹرنیٹ کا استعمال سیکھنا بہت ضروری ہو گیا ہے۔ ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ اس کا مفید استعمال ہو۔ یہاں والدین کیلئے بعض تجاویز پیش کی جا رہی ہیں جن کی مدد سے آپ اپنے بچّے کی انٹرنیٹ سیکھنے اور اس کے مفید استعمال میں راہنمائی کر سکتے ہیں:

الف: اگر آپ خود کمپیوٹر جانتے ہیں تو مناسب وقت پر بچّے کو سکھانا شروع کر دیں۔ پرائمری درجہ کے بعد عموماً سکول میں بھی کچھ نہ کچھ ضرور سکھایا جاتا ہے۔ اگر آپ خود نہیں جانتے تو شہر کی لائبریری سے بھی رابطہ کیا جا سکتا ہے۔ اگر آپ کا بچّہ جانتا ہے تو اُسے کہیں کہ وہ آپ کو بھی سکھائے۔ یاد رہے کہ والدین کا کمپیوٹر کے بارے میں کچھ نہ کچھ علم رکھنا بچوں کی نگرانی کے لئے ضروری ہے۔

ب: بچوں میں شروع سے ہی اچھائی اور برائی کی پہچان کا احساس پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ انٹرنیٹ میں مفید اور مناسب ویب سائٹس میں جانے کے لئے اُن کی مدد کریں اور انہیں سمجھائیں کہ مفید اور مناسب سے آپ کی کیا مراد ہے۔ اسی طرح سکول کے کام میں مدد لینے یا ان کی دیگر دلچسپی والے ویب سائٹس کی طرف خود راہنمائی کریں۔

ج: جب بچّے کمپیوٹر پر مصروف ہوں تو اُن سے پوچھیں کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ انہیں کہیں کہ وہ آپ کو اپنا پسندیدہ ویب سائٹ دکھائیں اور بتائیں کہ وہ اسے کیوں پسند کرتے ہیں۔ اس سے اُن میں خود اعتمادی پیدا ہوگی۔

د: اس طرف بھی توجہ دینے کی ضرورت ہے کہ بچّے کونسی کھیلیں انٹرنیٹ سے کاپی کرتے ہیں۔ ہمیں علم ہونا چاہئے کہ بعض کھیلیں قانوناً منع ہوتی ہیں جبکہ بعض میں جنسی تعلقات کے بارے میں مواد پایا جاتا ہے۔ والدین کو چاہئے کہ بچوں کی ایسے ویب سائٹس کی طرف راہنمائی کریں جو خاص طور پر بچوں کیلئے بنائے جاتے ہیں مثلاً چڑیا گھر کا ویب سائٹ وغیرہ۔ اس بارے میں شہر کی لائبریری سے بھی رابطہ کیا جا سکتا ہے۔

ر: 'فلٹرز' کے استعمال سے نامناسب ویب سائٹس کو بند کیا جا سکتا ہے۔ اگر آپ خود اس بارے میں علم نہیں رکھتے تو بعض ادارے اس سلسلہ میں آپ کی مفت مدد کر سکتے ہیں یا کسی دوست کی مدد لی جا سکتی ہے۔ یاد رہے کہ اس ذریعے پر مکمل طور پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا کیونکہ بڑی عمر کے بچّے پھر بھی کوئی نہ کوئی راستہ نکال ہی لیتے ہیں۔ اس لئے ذاتی نگرانی اور مناسب تربیت بہر حال ضروری ہے۔

س: بچّے کے انٹرنیٹ کے اوقات کی نگرانی کریں۔ انٹرنیٹ کا ستعمال اس طرز کا بھی ہو سکتا ہے کہ جیسے بعض لوگ محض وقت گزاری کے لئے ٹی وی دیکھتے رہتے ہیں۔ اسے اپنے بچّے کی زندگی پر سوار نہ ہونے دیں۔ بہتر ہوگا کہ ایک گھڑی کمپیوٹر کے پاس رکھی ہو تا کہ بچے کو اندازہ رہے کہ وہ کتنا وقت انٹرنیٹ میں گیا ہے۔ انٹرنیٹ کا استعمال مفت نہیں اسلئے اس کا وقت مقرر اور محدود رکھیں۔

ص: بچّے کو انٹرنیٹ کے استعمال کے بنیادی اصول سکھائیں۔ اسے بتائیں کہ وہ مندرجہ ذیل امور سے اجتناب کرے:

- اپنے دوستوں سمیت کسی کو بھی اپنا کمپیوٹر پاس ورڈ بتانا۔
- غلط زبان کا استعمال اور ڈرانے دھمکانے والے یا جھوٹے پیغامات بھجوانا۔
- اپنے یا خاندان کے کسی بھی فرد کے کوائف کسی کو دینا۔
- انٹرنیٹ پر واقفیّت کی بنیاد پر کسی بھی اجنبی سے ملنے کا پروگرام بنانا۔

بچّے میں احساسِ ذمّہ داری کی حوصلہ افزائی

ذمّہ داری قبول کرنے اور اپنے کام خود سرانجام دینے کی صلاحیّت سکول میں کامیابی کیلئے بہت ضروری ہے۔ ان خصوصیات کو بچّوں میں ترقی دینے کیلئے چند تجاویز پیش کی جاتی ہیں:

الف: ہر گھر میں کچھ اصول ہونے چاہئیں جن کا بچوں کو علم ہو۔ یہ اصول بچوں کے مشورے سے بنائیں اور پھر اُن کی پابندی کرائیں۔

ب: بچوں پر واضح کریں کہ جو کچھ بھی وہ گھر اور سکول میں کرتے ہیں وہ خود اس کے ذمّہ دار ہیں۔ مثال کے طور پر اگر بچّے کے استاد آپ کو بتاتے ہیں کہ آپ کا بچہ سکول میں دیر سے آتا ہے یا کلاس میں خلل اندازی کرتا ہے تو خواہ مخواہ اپنے بچّے کا دفاع نہ کریں۔ اس سے دریافت کریں اور اگر استاد کی بات درست ہو تو ان سے معذرت کر کے بچے کو مناسب رنگ میں پابند کریں کہ ان شکایات کا اعادہ نہ ہو۔

ج: اپنے بچّوں کے ساتھ مل کر گھر میں مختلف کام سر انجام دینے کیلئے ایک مناسب جدول بنا کر کیلنڈر میں اندراج کر دیں۔ چھوٹے بچّے میز وغیرہ صاف کرنے میں مدد کر سکتے ہیں اور اپنے کھلونے اور کپڑے سمیٹ سکتے ہیں۔ بڑے بچّے کھانا پکانے اور بعد میں صفائی میں مدد دے سکتے ہیں۔

د: اپنے بچوں کو سمجھائیں کہ کیسے ایک کام کو حصوں میں تقسیم کر کے ایک کے بعد دوسرا مکمل کیا جاتا ہے۔ یہ اصول ہر کام میں استعمال کیا جا سکتا ہے، مثلاً لباس پہننے میں، کمرہ صاف کرنے یا دوسرے کسی بڑے کام میں۔

ر: بچّے کو اس ذمّہ داری کا احساس دلائیں کہ اُس نے ازخود بروقت اُٹھ کر سکول کیلئے تیّار ہونا ہے اور جن چیزوں کی اُسے سکول میں ضرورت ہے ساتھ لے کر جانی ہیں۔ اگر ممکن ہو تو اُس کی مدد کیلئے ایک چیک لسٹ بھی تیار کی جاسکتی ہے۔

س: اس بات کی نگرانی کریں کہ آپ کا بچّہ سکول کے بعد کیا کرتا ہے، شام کو اور ہفتے کے اختتام پر۔ اگر آپ گھر پر نہیں ہیں اور بچے اکیلے ہیں تب بھی فون وغیرہ کے ذریعے اُن سے رابطہ رکھیں اور اُن کی مصروفیات کے بارے میں آپ کو علم ہونا چاہئے۔

سکول اور استادوں کے ذریعے مدد

بہت سے استادوں کا کہنا ہے کہ اُنہیں والدین کی طرف سے اُن کے بچّوں کے مسائل کا علم نہیں ہوتا۔ بہت سے والدین کہتے ہیں کہ وہ نہیں جانتے کہ سکول والے ہمارے بچوں یا ہم سے کیا توقّعات رکھتے ہیں۔ اس لئے معلومات کا تبادلہ بہت ضروری ہے جسے والدین اور استاد مل کر ممکن بنا سکتے ہیں۔ یہاں سوال و جواب کی طرز پر اس بارے میں چند معلومات دی گئی ہیں جو یقیناً بچّے کے استاد یا سکول کے دوسرے سٹاف سے گفتگو میں آپ کیلئے مفید ہونگی:

سب سے پہلے کیا کرنا ہے؟

بچّے کے سکول کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصِل کریں۔ جتنا زیادہ آپ کو علم ہو گا، والدین کی حیثیّت سے آپ کا کام اُتنا ہی آسان ہو جائے گا۔ بچّے کے سکول سے ''سکول ہینڈ بُک'' حاصِل کریں جس میں سکول کے بارے میں تمام بنیادی معلومات موجود ہوتی ہیں اور آپ کے ذہن میں اُٹھنے والے اکثر سوالات کے جوابات اُس میں مل سکتے ہیں۔ اگر آپ کو یہ 'ہینڈ بُک' نہیں ملتی تو آپ سکول کے پرنسپل سے سوالات کے ذریعے مطلوبہ معلومات حاصِل کریں۔ مثال کے طور پر آپ پوچھیں کہ سکول میں کتنی کلاسیں پڑھائی جاتی ہیں؟ سکول کی بچّے سے کیا توقّعات ہیں؟ بچوں کی تعلیمی صُورتِ حال کے جائزے کا کیا طریق ہے؟ سکول کے قواعد و ضوابط کیا ہیں؟ وغیرہ۔ سکول میں رائج طریقہ تعلیم اور اسباب کے بارہ میں پوچھیں۔ پرنسپل اور بچّے کے استاد سے تعارف حاصِل کریں۔ اگر سکول کا ویب سائٹ موجود ہے تو اُس کا

ایڈریس حاصِل کریں۔ اِس سے آپ کو ہر قسم کی مطلوبہ معلومات مِل جائیں گی۔ سکول میں ہونے والی ہر قسم کی سرگرمیوں اور کلاسوں کے پلان، استادوں کے نام اور اُن سے مِلنے کا طریق وغیرہ۔

پُورا سال سکول سے رابطہ رکھیں۔ ''والدین کی شام'' (Parents Evening) میں حاضر ہوا کریں۔ اگر کسی وجہ سے نہ جا سکیں تو اُس میں ہونے والی کاروائی سے آگاہی حاصِل کریں۔ سکول کا ویب سائٹ موجود ہونے کی صُورت میں ممکن ہے سکول ان شاموں کی کاروائی اُس میں بھی مہیّا کرتا ہو۔

بچّے کے اُستاد سے کب ملنا چاہئے؟

جلدی اور اکثر۔ سال کے شروع میں ہی جتنی جلدی ممکن ہو رابطہ کریں اور اس سلسلہ میں اپنی دلچسپی کا اظہار کریں۔ اپنے بچّے کے بارہ میں جس قسم کی معلومات استاد چاہتے ہیں اُن کو مہیّا کریں۔ اگر بچّے کی کوئی مخصوص ضروریات ہیں تو سال کے شروع میں ہی استادوں کو بتا دیں۔ اگر آپ اپنے بچّے کے رویّہ یا اُس کی سکول کی کارکردگی میں کوئی بڑی تبدیلی محسوس کرتے ہیں تو فوری طور پر اُس کے استاد سے ملیں۔

امتحانات میں حاصِل کردہ نمبروں پر مشتمل کارڈ سے بآسانی اندازہ ہوسکتا ہے کہ آپ کا بچّہ سکول میں کیسا ہے لیکن آپ کے لئے اُس کارڈ کے مندرجات کی تفاصیل جاننا بھی نہایت ضروری ہے۔ مثال کے طور پر اگر آپ کا بچّہ حساب میں کمزور ہے تو استاد سے مل کر آئندہ ہونے والے امتحان کی تاریخ کا پتہ کریں۔ اس سے بچّے کو درپیش مشکلات کے بروقت حل کا موقع ملے گا۔ امتحان کی تیاری کراتے وقت اگر آپ محسوس کرتے ہیں کہ بچّے کے لئے بعض سوالات حل کرنے مشکل ہیں تو اس کے استاد سے مل کر یا کسی اور ذریعے سے اس کی مدد کریں۔

اسکول کا کام کرنے یا کلاس میں سبق کے سمجھنے میں مشکلات

اگر آپ محسوس کرتے ہیں کہ آپ کے بچّے کو سکول کا کام کرنے میں مشکلات ہیں تو فوراً اُس کے استاد سے رابطہ کریں۔ آپ کو علم ہونا چاہئے کہ سکولوں کی یہ ذمّہ داری ہے کہ وہ بچوں کے سکول میں رویّہ اور کارکردگی کے بارے میں والدین کو مطلع کرتے رہیں۔ اگر بچّے کو سکول میں کسی قسم کی مشکلات درپیش تھیں اور آپ کو نہیں بتایا گیا تو آپ کا یہ حق ہے کہ سکول سے اس بارے میں جواب طلبی کریں۔

دوسری طرف یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ اگر آپ خود بچّے کے تعلیمی معاملات میں پوری دلچسپی لیتے ہیں تو اُستاد کی طرف سے اطلاع ملنے سے پہلے خود آپ کو بھی بچّے کی مشکلات کا علم ہو جانا چاہئے اور آپ از خود استاد کو بتا کر اور اُس سے مِل کر ان مشکلات پر بروقت قابو پا سکتے ہیں۔

بچّے کے مسائل پر گفتگو کرنے کے لئے استاد سے وقت لیں اور اُسے بتائیں کہ آپ کیوں ملنا چاہتے ہیں۔ جس مضمون میں بچّے کو سکول کا کام کرنے میں مشکلات کا سامنا ہو اُس بارہ میں استاد سے کھل کر بات کریں اور پوچھیں کہ وہ اُس کی کیا مدد کر سکتا ہے۔ مزید برآں اس کے مشورے پر عمل کریں۔

استاد سے تعاون کے جذبہ سے ملیں اور یقین جانیں کہ بے شک آپ اُن کی کِسی بات میں اختلاف بھی کر رہے ہوں وہ آپ اور آپ کے بچّے کی مدد ہی کرنا چاہتے ہیں۔ بچّے کے استاد ہی کے ذریعے مسائل کو حل کرنے کوشش کریں اور اس قدم کے بغیر پرنسپل سے نہ ملیں۔

استاد کی ملاقات سے زیادہ سے زیادہ فائدہ کیسے اٹھایا جاسکتا ہے؟

گھر سے تیاری کر کے جائیں اور جو کچھ آپ استاد کو کہنا چاہتے ہیں لکھ کر ساتھ لے جائیں لیکن بولنے کے ساتھ ساتھ سُننے کی طرف بھی دھیان دیں۔ اس سے آپ کو استاد کی باتیں سمجھنے اور لکھ لینے میں مدد ملے گی۔ اگر زبان سمجھنے میں دقّت ہو تو کسی کو ساتھ لے جائیں اور اگر کوئی بات سمجھ نہ آئے تو بوضاحت سمجھ لیں۔ اس ملاقات میں استاد آپ کے بچّے کی مختلف مضامین میں کارکردگی کی تفاصیل بتائے گا۔ آپ بچّے کے حاصل کردہ نمبروں کے بارے میں پوچھ سکتے ہیں کہ اس کارکردگی کا کیسے تعیّن کیا جاتا ہے؟ بچّے کی صلاحیتوں، پڑھنے کی عادات، سکول میں غیر نصابی سرگرمیوں اور اسی طرح بولنے یا گفتگو میں کِسی خاص مشکل وغیرہ کے بارے میں پوچھیں۔

اگر آپ سمجھتے ہیں کہ مخصوص گھریلو حالات مثلاً نوزائیدہ بچّے کی پیدائش، بیماری یا نقلِ مکانی وغیرہ کی مصروفیات کے اثرات کی وجہ سے آپ کے بچّے کی صلاحیّت متأثر ہو رہی ہے اور اُسے اِس حوالے سے مدد کی ضرورت ہے تو اِس بات کا اظہار استاد سے بھی کریں۔ استاد سے مشورہ طلب کریں کہ ان حالات میں آپ کیسے اپنے بچّے کی مدد کر سکتے ہیں۔ گھر آ کر استاد سے ہونے والی گفتگو کا جائزہ لیں اور اس کے مشوروں کے مطابق عملی اقدامات کیلئے پروگرام ترتیب دیں۔ اگر استاد نے کسی خاص مضمون میں بچّے کی مدد کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے تو فوراً اُس طرف توجہ کریں اور اس میں بچّے کی کارکردگی کا باقاعدہ جائزہ لیتے رہیں۔

اگر سکول کے کسی اصول یا استاد کی رائے سے متفق نہیں ہوں تو؟

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ اپنے بچّے کے سامنے اُس کے استاد سے بحث نہ کریں بلکہ اس مقصد کے لئے الگ ملاقات کریں۔ جو کچھ بھی آپ کہنا چاہتے ہیں اُس پر ملاقات سے پہلے اچھی طرح غور کر لیں کہ آپ کے اختلاف کی کیا وجوہات ہیں۔ بالکل سیدھے سادھے طریقے اور نرم لہجے میں گفتگو کریں۔ اپنے خیال کی تائید میں دلیل تو دیں لیکن اُسے ہر صورت میں منوانے کا انداز اختیار نہ کریں۔ اپنا رویّہ مثبت پُرسکون اور دھیما رکھیں۔ استاد کی بات بھی دھیان سے سنیں۔ اگر استاد کی وضاحت سے آپ کی تسلّی نہیں ہوتی تو پرنسپل یا سپرنٹینڈنٹ سے ملیں۔ عہدوں یا شخصیات سے خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ ہر ایک طالب علم کی کامیابی محکمہ تعلیم کی بنیادی ذمّہ داری ہے۔

امتحان کی تیّاری میں مدد

اگر آپ ذیل میں دیے گئے ''کر نہ کر'' کا بغور مطالعہ کر لیں تو آپ اپنے بچّے کی امتحان کی تیاری میں بہت مدد کر سکتے ہیں:

- ❁ اپنے بچّے سے امتحانات کے بارے میں گفتگو کریں۔ اگر بچّہ یہ سمجھ لے کہ سکول میں امتحانات کیوں لئے جاتے ہیں اور یہ امتحان کتنی اقسام کے ہوتے ہیں تو یہ بات بچّے کے لئے مددگار ہوگی۔
- ❁ بچّے کو سمجھائیں کہ امتحان ایک پیمانہ ہے جس سے اساتذہ اور سکول اس بات کا اندازہ کرتے ہیں کہ وہ کس طرح طلباء کو پڑھا رہے ہیں اور کس حد تک طلباء سیکھ رہے ہیں۔
- ❁ ان امتحانات میں گریڈز اس لئے دیے جاتے ہیں تا کہ استاد کو علم ہو سکے کہ آیا تمام طلباء کلاس کے ساتھ چل رہے ہیں یا بعض پیچھے ہیں اور اُنہیں مدید مدد کی ضرورت ہے یا بعض باقی کلاس سے آگے ہیں۔

امتحان کے نتائج سے سکولوں کو بھی علم ہو جاتا ہے کہ اُنہیں نصاب یا تدریسی طریقوں میں کسی تبدیلی کی ضرورت ہے۔ مذید برآں بعض امتحانوں سے طلباء کا بین المدارس یا بین الاضلاع مقابلہ ہو جانے سے یہ بھی سامنے آ جاتا ہے کہ کونسا طالبعلم کس علاقہ میں باقی طلباء سے آگے ہے۔

- ❁ اپنے بچّے کی حوصلہ افزائی کریں۔ اُس کے اچھے کام کی تعریف کریں۔ اگر آپ کا بچّہ اپنے آپ سے مطمئن ہوگا تو وہ امتحان میں بہترین کارکردگی دکھائے گا۔ وہ بچّے جو امتحان سے خوفزدہ ہوتے ہیں وہ زیادہ غلطیاں کرتے ہیں۔
- ❁ بچّے کے استاد سے اکثر ملاقات کر کے اُس کی تعلیمی ترقّی کے بارے میں بات چیت کریں۔ اُن سے پوچھیں کہ وہ آپ اور آپ کے بچّے کے لئے ایسی تجاویز دیں جن پر عمل کر کے آپ امتحان کی تیاری اور سکول کے کام کرنے میں اس کی مدد کر سکیں۔
- ❁ اس بات کو یقینی بنائیں کہ آپ کا بچّہ باقاعدہ سکول جائے۔ یاد رکھیں کہ امتحانوں کے نتائج بچّوں کی مجموعی کارکردگی کا آئینہ ہوتے ہیں جتنی زیادہ توانائی ایک بچّہ سیکھنے میں صرف کرے گا اُتنا ہی زیادہ بہتر اس کا امتحانی نتیجہ ہوگا۔
- ❁ گھر میں بچّے کے لئے پُرسکون اور آرام دہ جگہ فراہم کریں جہاں وہ پڑھ سکے اور اس بات کو یقینی بنائیں کہ آپ کا بچّہ سکول جانے والے دنوں میں مناسب آرام بھی کرے، خاص طور پر ٹیسٹ والے دنوں میں۔ جو بچّے تھکے ہوئے ہوتے ہیں وہ امتحان میں کم توجہ دے پاتے ہیں۔ اسی طرح امتحان کی تیاری کرنا بھی اُن کی لئے مشکل ہوتا ہے۔
- ❁ بچّے کو گھر پر مطالعہ کے لئے کتابیں اور رسائل مہیّا کریں۔ اضافی مواد کا مطالعہ کرنے سے آپ کا بچہ کئی ایسے الفاظ سیکھ لے گا جو ٹیسٹ میں بھی آ سکتے ہیں۔
- ❁ کِسی ایک ٹیسٹ کے نتیجہ کی وجہ سے بچّے سے ناراض نہ ہوں۔ ایک ٹیسٹ میں خراب نتیجہ کئی وجوہات کی بنا پر ہوسکتا ہے۔ مثلاً ہوسکتا ہے کہ ٹیسٹ والے دن بچّے کی طبیعت ٹھیک نہ ہو یا وہ گھبرا گیا ہو۔ ہوسکتا ہے کہ عین ٹیسٹ سے پہلے اُس کا اپنے کسی ہم جماعت سے جھگڑا ہو گیا ہو یا وہ کسی وجہ سے سکول ہی دیر سے پہنچا ہو۔
- ❁ اپنے بچّے کے نمبروں پر بہت زیادہ زور نہ دیں۔ حد سے زیادہ دباؤ بچّے کی کارکردگی پر منفی اثر ڈالے گا۔ وہ سمجھے گا کہ آپ اس سے صرف اسی صورت میں پیار کرتے ہیں جب وہ اچھے نمبر لے کر گھر آئے۔
- ❁ امتحانوں کی تشویش اور گھبراہٹ سے بچّے کو بچائیں۔ یہ تو اچھی علامت ہے کہ بچّہ امتحان میں دلچسپی لے اور تیاری کرے لیکن اس کا خوف اور تشویش دل میں بٹھا لینا اچھا نہیں۔ ایسے بچّے کسی ناکامی کے سبب اپنے آپ کو بہت زیادہ قصوروار سمجھتے ہیں اور اپنی صلاحیتوں پر اعتماد کھو بیٹھتے ہیں۔ کامیابی کے حصول کی راہیں تلاش کرنے کی بجائے وہ ناکامی کے اندیشے میں گھرے رہتے ہیں۔ اگر آپ کا بچّہ ایسی صورتِ حال سے دوچار ہے تو آپ اس کو درج ذیل باتوں پر عمل کرنے کا حوصلہ دیں:

۱۔ آئیندہ کی منصوبہ بندی کرو۔ پہلے ہی سے امتحان کی اچھی تیاری کرنا شروع کر دو۔ ٹیسٹ میں شامل نصاب کے بارے میں تسلّی کر لو کہ تمہیں سب سمجھ آ گیا ہے۔ جو تم پہلے سے جانتے ہو اور جو ٹیسٹ میں آنے والا ہے اس میں ایک ربط پیدا کرو۔ نصاب کو ایک سے زیادہ دفعہ دہراؤ۔

۲۔ ایک رات پہلے رٹا نہ لگاؤ۔ یہ لازماً تمہاری پریشانی کا باعث بنے گا۔ امتحان کے دوران تم الجھ جاؤ گے۔ امتحان سے پہلی رات خوب اچھی طرح نیند پوری کرو۔

۳۔ جب پرچہ سامنے آئے تو اسکی ہدایات کو احتیاط سے پڑھو اور پھر شروع کرو۔ اگر کچھ سمجھ نہ آئے تو استاد سے پوچھ لو۔

۴۔ جلدی سے ایک نظر تمام پرچہ پر ڈال لو یہ جاننے کیلئے کہ کس قسم کے سوالات ہیں اور یہ بھی دیکھو کہ کس سوال کے کتنے نمبر ہیں۔ اس طرح تم بہتر طور پر فیصلہ کر سکو گے کہ کس سوال کو کتنا وقت دینا ہے۔

۵۔ اگر تمہیں کسی سوال کا جواب نہیں آ رہا تو اس کو چھوڑ کر اگلے سوالوں کو حل کرنا شروع کر دو۔ جس سوال پر پھنس گئے ہو اس پر خواہ مخواہ وقت ضائع نہ کرو۔

امتحان کے بعد

امتحان کے نتائج پر نظر ثانی کرنے سے آپ کا بچّہ بہت کچھ سیکھ سکتا ہے۔ اس طرح وہ جان سکے گا کہ کس مقام پر اور کیوں وہ مشکل محسوس کرتا ہے۔ ایسا کرنا اُن مضامین میں جن کا سلسلہ ایک کلاس سے اگلی کلاس میں جاتا ہے، بہت ضروری ہے خصوصاً حساب کا مضمون۔ وہ طلباء جو بنیادی اصولوں میں مہارت حاصل نہیں کرتے اُن کے لئے آگے جا کر بڑی جماعتوں میں اس کی تفاصیل کو سمجھنا مشکل ہو جاتا ہے اور وہ زیادہ مشکل اسباق مثلاً الجبرا وغیرہ میں نہیں چل سکتے۔

جن سوالات کے جوابات بچّے نے غلط دیے ہیں ان کے بارہ میں اس سے بات کریں اور یہ جاننے کی کوشش کریں کہ بچّے نے ایسا کیوں کیا۔ بعض اوقات بچّہ سوال سمجھتا ہی نہیں یا پڑھنے میں غلطی کر جاتا ہے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کو صحیح جواب معلوم ہو مگر وہ اس کو واضح کرنے سے قاصر رہا ہو۔

آپ اور آپ کے بچّے کو پرچے پر دیئے گئے استاد کے ریمارکس ضرور پڑھنے چاہئیں۔ اگر کوئی ریمارکس واضح نہ ہوں تو بچّے سے کہیں کہ وہ استاد سے درخواست کرے کہ وہ اُن کی وضاحت کر دے۔

ماخوذ از:

1. *Helping Your Child Succeed in School*
U.S. Department of Education, Office of Intergovernmental and Interagency Affairs
Washington, DC, 20202

❁❁❁❁

معذرت

مورخہ 25 مارچ کے پرچہ میں نماز جنازہ کی تاریخ غلطی سے لکھی گئی ہے۔ اصل تاریخ 16 فروری قبل از نماز ظہر ہے۔ ادارہ معذرت خواہ ہے۔ (ادارہ)

MOT
Cars: £35 Vans: £40
Servicing, Tyres & Exhausts.
Mechanical Repairs
All Makes & Models
Rutlish Auto Care Centre
Rutlish Road
Wimbledon - London
Tel: 020 8542 3269

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم ودلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔

حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ

سہ ماہی ''زینب'' ناروے، اپریل، مئی، جون ۲۰۰۴ء میں مکرمہ نبیلہ رفیق صاحبہ کے قلم سے حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ کے تفصیلی حالات شامل اشاعت ہیں جن کا شمار آنحضور ﷺ کے عشرہ مبشرہ اصحاب میں ہوتا ہے۔

آپؓ کا تعلق قریش کے قبیلہ تیمی سے تھا۔ صحیح بخاری میں آپ کا نام حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ الیمّی مذکور ہے۔ ''مسند احمد'' جلداوّل میں آپ کی کنیت ابومحمد لکھی ہوئی ہے۔ محمد آپ کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے۔ آپؓ کا شجرہ ساتویں پشت میں حضور اکرمؐ سے مل جاتا ہے۔ آپ کی والدہ محترمہ کا نام صُعبہ تھا۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت طلحہؓ ایک ہی قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ کی ترغیب ہی حضرت طلحہؓ کو ابتدائی دَور میں دائرہ اسلام میں داخل کرنے کی موجب بنی۔

آپ کا پیشہ تجارت تھا اسی غرض سے بصرہ گئے تو وہاں ایک راہب سے رسولِ خدا کے مبعوث ہونے کی خبر سنی۔ مکّہ واپس آئے تو حضرت ابوبکرؓ نے اسلام کا پیغام آپ کو دیا۔ ان ہی کی وساطت سے آپ دربارِ رسالت میں حاضر ہوکر مشرّف بہ اسلام ہوئے۔ اسلام قبول کرنے والوں میں آپ آٹھویں شخص شمار کئے جاتے ہیں۔ اسلام لانے کے بعد آپ کے حقیقی بھائی ثمران بن عبیداللہ نے آپ پر ہر طرح کے مظالم توڑے۔ اپنوں اور بیگانوں کا ہدفِ تضحیک بنے مگر ان کٹھن حالات کے باوجود بھی تبلیغِ اسلام میں سرگرم رہے۔ آپ کا طریق تھا کہ مکہ میں نئے آنے والوں کو تلاش کرتے اور چھپ چھپ کر بدوؤں کے خیموں میں جاتے اور اسلام کا پیغام ان تک پہنچاتے۔

جب آنحضور ﷺ مدینہ ہجرت کر گئے تو حضرت طلحہؓ بھی مدینہ روانہ ہونے کی تیاری میں لگ گئے۔ چنانچہ چند دن بعد ایک قافلہ آپؓ کی امارت میں مکہ سے روانہ ہوا۔ اس قافلہ میں حضرت ابوبکرؓ کا گھرانہ بھی شامل تھا۔

آپؓ آنحضور ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں شریک رہے اور نہایت شجاعت اور بہادری کا مظاہرہ کیا۔ جنگِ احد میں جب جنگ کا پانسہ پلٹ گیا اور صرف چند جانثار آنحضورؐ کے آس پاس جمع تھے ان میں سے ایک حضرت طلحہؓ تھے۔ آپ کے ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے میں نیزہ تھا اور دلیری سے حملہ آوروں پر حملے کر رہے تھے۔ بیعت رضوان کے موقع پر بھی آپؓ آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھے۔ معرکہٴ حنین میں بھی بگڑی ہوئی صورتِ حال کو سنبھالنے والوں میں ایک حضرت طلحہؓ تھے۔

اعلیٰ درجہ کی مالی قربانی بھی حضرت طلحہؓ کی فطرت میں شامل تھی۔ آپؓ بہت مال دار اور صاحبِ جائیداد تھے اور بہت بڑے تاجر تھے۔ آپ نے اپنا سارا مال رسولِ خدا کے قدموں میں ڈال دیا تھا۔ آپؓ نے عہد کیا ہوا تھا کہ غزوات کے مصارف کے لئے اپنا مال راہِ خدا میں پیش کیا کریں گے۔ ایک روایت کے مطابق آپ کی یومیہ آمدنی کا اوسط ایک ہزار تھا جس کا بہت سا حصہ انفاق فی سبیل اللہ میں خرچ ہو جاتا اور آپؓ اقربا کا بہت خیال رکھتے تھے۔ ایک سال آپؓ نے قرابت داروں میں چار لاکھ روپے تقسیم کئے۔ قیس بن ابی حازم کا قول ہے کہ میں نے طلحہؓ سے زیادہ کسی شخص کو بے طلب کی بخشش میں پیش پیش نہیں دیکھا۔ آپؓ کی زوجہ محترمہ سعدیٰؓ بنتِ عوف نے ایک بار اپنے خاوند کو غمگین پایا تو وجہ پوچھی۔ کہنے لگے میرے پاس بہت سا مال جمع ہو گیا ہے اس فکر میں ہوں کہ اس کا کیا کروں۔ بیوی نے کہا تقسیم کر دیجیے۔ اسی وقت حضرت طلحہؓ نے ساری رقم غرباء میں بانٹ دی۔

حضرت طلحہؓ جب ہجرت کرکے مدینہ آئے تو حضرت کعبؓ بن مالک کے بھائی بنے۔ آخری دم تک دونوں نے ایک دوسرے کے ساتھ حقیقی بھائیوں والا سلوک رکھا۔ غزوہ تبوک میں جب حضرت کعب محض سستی کی وجہ سے غزوہ میں شریک نہ ہوسکے اور اس وجہ سے آنحضور ﷺ نے خدا کے حکم سے آپؓ کا مقاطعہ فرمایا تو حضرت طلحہؓ نے بھی تعلق بالکل ختم کرلیا۔ جب خدا تعالیٰ نے معاف فرمایا تو حضرت کعب خوشی کے مارے مسجد نبوی میں آئے تاکہ اپنے پیارے آقاؐ کا دیدار کر سکیں۔ حضرت کعبؓ فرماتے ہیں جیسے ہی میں مسجد نبوی میں داخل ہوا، طلحہؓ میری طرف دوڑ پڑے، مرحبا کہا، مصافحہ کیا اور خطا بخشی پر مبارک باد دی۔ خدا کی قسم ان کے علاوہ مہاجرین میں سے کوئی میرے پاس اٹھ کر نہیں آیا اور میں طلحہ کا یہ رویہ کبھی نہیں بھولوں گا۔

حضرت علیؓ کے عہد خلافت میں حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کا بدلہ لینے کے لئے حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت عائشہؓ نے مل کر کوشش شروع کی۔ اگرچہ ان تینوں کے ذہن میں لڑائی کرنا مقصود نہیں تھا مگر کوفہ کے شرپسندوں نے حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ کی فوجوں کو غلط بیانی کرکے آپس میں لڑوادیا۔ اس پر حضرت علیؓ نے حضرت طلحہؓ کو آنحضور ﷺ کی حدیث یاد کروائی تو حضرت طلحہؓ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور میدان سے واپس چلے گئے۔ اس پر مروان جس کی اصل غرض مسلمانوں کو آپس میں لڑوانا تھا، اُس نے آپؓ کو واپس ہوتے دیکھ کر ایک تیر مارا جو کہ آپ کی پنڈلی پر لگا۔ لوگوں نے تیر نکالنا چاہا مگر آپ نے نکالنے نہ دیا اور کہا کہ یہ تیر نہیں پیغامِ اجل ہے۔ آخر یہی تیر آپؓ کے لئے جان لیوا ثابت ہوا اور آپؓ نے 10/ جمادی الاول 36 ہجری میں ساٹھ سال کی عمر میں شہادت پائی اور وطن سے دُور ایک نشیبی جگہ پر آپؓ کو دفنا دیا گیا۔ لیکن ایک شخص کو تین دن آپؓ نے خواب میں کہا کہ مجھے یہاں سے کہیں اَور منتقل کردو۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے خواب سنا تو حضرت ابوبکرؓ کا مکان دس ہزار درہم میں خرید کر ان کی لاش کو اس میں منتقل کردیا۔ اتنے دنوں بعد بھی آپ کا جسم مبارک بالکل محفوظ اور صحیح سالم تھا۔

صحتمند بڑھاپے کے لئے غذا کا انتخاب

سن رسیدہ افراد پر اثرانداز ہونے والی بہت سی بیماریوں کا مناسب غذا کے استعمال سے علاج ممکن ہے یا نہیں کم کیا جاسکتا ہے۔ مجلس انصاراللہ کینیڈا کے مجلّہ ''نحن انصاراللہ'' اپریل تا ستمبر ۲۰۰۴ء میں صحت مند بڑھاپے کے لئے غذا کے انتخاب پر ایک مضمون شامل اشاعت ہے۔

سن رسیدہ افراد کو تین گروہوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے فعال، مریض اور مزمن بیماریوں میں مبتلا افراد۔ فعال افراد کی غذائی ضروریات (چند اجزاء کے سوا) نوجوانوں سے مختلف نہیں ہوتیں لیکن کیلشیم، Foilate اور زنک اکثر مقررہ مقدار سے کم میں لئے جاتے ہیں۔ ڈیری مصنوعات کیلشیم کے حصول کا بہترین ذریعہ ہیں۔ اور اس کا بہترین نعم البدل Calcium-fortified soya products ہیں۔ Foilate سبز پتوں والی سبزیوں اور پھلوں میں اور زنک سرخ گوشت، مچھلی اور اناج میں پایا جاتا ہے۔

امراضِ قلب اور بلند فشارِ خون (ہائی بلڈ پریشر) کی بیماری والے افراد کو خاص غذا کی ضرورت ہوتی ہے۔ امراضِ قلب کے مریضوں کے لئے تجویز کیا جاتا ہے کہ وہ خوراک میں چکنائی کا استعمال کم کریں۔ اور ریشہ دار غذاؤں، اناج، اَن چھنے آٹے کی روٹی، دلیہ، پھلوں اور سبزیوں کا استعمال کریں اور اپنا وزن کم رکھیں۔ اسی طرح بلند فشار خون میں کم وزن، نمک کا کم استعمال، کیلشیئم، پھلوں اور سبزیوں کے زیادہ استعمال کے ذریعہ بچاؤ کسی حد تک ممکن ہے۔

اچھی خوراک دماغی اور جسمانی صحت پر اچھے اثرات مرتب کر سکتی ہے۔ یہ بیماریوں کے حملہ سے بچاؤ اور صحت کا اچھا معیار برقرار رکھنے کے لئے درکار تمام غذائی اجزاء مہیا کرے گی۔ صحت مند غذا کینسر کے انسداد میں بھی اہم کردار ادا کر سکتی ہے۔ چنانچہ پھلوں اور سبزیوں کے زیادہ اور چکنائی کے کم استعمال سے کسی حد تک کینسر سے بچاؤ ممکن ہے۔

پاکستانی ''علماء'' کی افسوسناک اخلاقی حالت

مجلس انصاراللہ کینیڈا کے مجلّہ ''نحن انصاراللہ'' اپریل تا ستمبر ۲۰۰۴ء میں شامل اشاعت اخبارات سے منقولہ چند خبروں میں سے دو کا انتخاب پیش ہے جن سے پاکستان کے علماء اور مذہبی سیاسی پارٹیوں کے رہنماؤں کے اخلاقی کردار پر روشنی پڑتی ہے:-

☆ اسلام آباد (امن نیوز) ''گزشتہ روز وزارت مذہبی امور کی جانب سے نفاذ شریعت کے سلسلہ میں منعقدہ ''قومی مشاورتی کنونشن'' میں ملک بھر سے علماء کرام، مساجد کے خطیب اور دیگر شخصیات مدعو تھیں۔ وزیراعظم محمد نواز شریف کی تقریر کے بعد جونہی اجتماعی دعا ہوئی، شرکاء نے تیزی اور پوری قوت کے ساتھ سبزہ زار کا رخ کیا جہاں ظہرانہ کا بندوبست تھا۔ تمام انتظام تہس نہس ہوکر رہ گیا۔ وزارت مذہبی امور کی طرف سے ''لنچ بکسوں'' کا انتظام کیا گیا تھا۔ جن کو حاصل کرنے کی کوشش میں علماء نے قواعد وضوابط کو تہس نہس کردیا اور علماء کے جوش کی تاب نہ لاتے ہوئے انتظامیہ ایک طرف ہوگئی۔ علماء کے درمیان لنچ باکس چھیننے کی جنگ میں تمام لنچ بکس تباہ ہوگئے۔ مندوبین کے شدید اور اچانک حملہ کی تاب نہ لاتے ہوئے میزیں ٹوٹ گئیں اور ایک دوسرے کو دھکے دینے کی وجہ سے شامیانے اکھڑ گئے۔ اس دوران بعض معززین میں تلخ کلامی بھی ہوئی اور نوبت ہاتھاپائی تک آ پہنچی۔ جس کے نتیجہ میں کئی افراد کی قمیضیں اور واسکٹیں پھٹ گئیں اور ٹوپیاں پاؤں تلے روندی گئیں۔ مندوبین کا مظاہرہ آدھے گھنٹہ تک جاری رہا۔ پولیس اہلکاروں کا کہنا تھا کہ ''یہ بھوک کے خلاف جہاد ہے''۔ بعدازاں متعدد معززین کئی کئی لنچ باکس گاڑی میں لے جاتے ہوئے دیکھے گئے۔

(بحوالہ: روزنامہ امن کراچی 7 ستمبر 1998)

☆ لاہور (نمائندہ خصوصی نوائے وقت) ''سپاہ صحابہ'' کے درجنوں کارکنوں نے بعد دوپہر موچی دروازہ سے دوبارہ ایک احتجاجی جلوس نکالا۔ اس جلوس نے ایک ''جنازہ'' اٹھایا ہوا تھا۔ جس کے بارہ میں کارکنوں کا کہنا تھا کہ صبح مسجد شہداء کے قریب ''سپاہ صحابہ'' کے مظاہرہ پر پولیس تشدد سے ایک کارکن جاں بحق ہو گیا تھا اور یہ جنازہ اسی کا ہے۔ مظاہرین کی قیادت مولانا عبدالقیوم اور مولانا عبدالرزاق کر رہے تھے۔ جنازہ کے اس جلوس کی اطلاع جب ضلعی انتظامیہ کو ہوئی تو انتظامی افسروں میں کھلبلی مچ گئی۔ ساری ضلعی انتظامیہ الرٹ ہوگئی۔ ڈپٹی کمشنر آصف حسن ندیم، ایس ایس پی (لاہور) ملک احمد رضا طاہر، ایس پی سٹی ''منظور سرور'' اور ایس پی کینٹ ''شکیل مرزا'' سمیت پولیس کے دو ڈویژن اور ریزرو فورس وغیرہ موقع پر پہنچ گئی۔ جنازہ کا جلوس جب ریگل چوک پہنچا تو ضلعی انتظامیہ نے مظاہرین کو صفیں بنانے اور جنازہ پڑھنے کی اجازت دے دی۔

اس دوران جنازہ کی چارپائی پر لیٹے ہوئے ''مردے'' نے چھینک ماری جس پر پولیس کے کان کھڑے ہوگئے اور یہ راز کھل گیا کہ زندہ شخص کو جنازہ کی چارپائی پر لٹا کر جنازہ کا ڈھونگ رچایا گیا۔ اور پولیس اور انتظامیہ کو بے وقوف بنایا گیا۔ اس پر مقامی افسروں نے مظاہرین کو گرفتار کرنے کا حکم دیدیا۔ اس دوران لاٹھی چارج بھی کیا گیا۔ 35 مظاہرین کو گرفتار کرکے پولیس لے گئی۔ ردّعمل کے طور پر مظاہرین نے پولیس پر پتھراؤ بھی کیا۔ پولیس کی زَد میں آنے والے مظاہرین کی خوب پٹائی کی گئی۔ تاہم اس دوران میں غنیمت جان کر چارپائی پر پڑا ہوا مردہ زندہ ہوگیا کہ کہیں پولیس کے ہتھے چڑھ کر سچ مچ جنازے کی ڈولی تک نہ پہنچ جائے''۔

(نوائے وقت لاہور، 25 ستمبر، صفحہ نمبر 11،1)

Al Fazl International Weekly, London

16 GRESSENHALL ROAD, LONDON SW18 5QL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@alislam.org

Vol. 12 | Friday , April 08, 2005 | Issue No. 14

سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے پسر محترم صاحبزادہ مرزا وقاص احمد سلمہ اللہ کے نکاح وشادی کی پرمسرت ومبارک تقریب

ہمیشہ رہنے والی چیز تقویٰ ہے۔توحید کو پکڑو اور ایک خدا کی عبادت کرو۔اس کا پیار، اس کی محبت سب محبتوں سے بڑھ کر ہو۔

ہروہ شخص جو اپنے آپ کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منسوب کرتا ھے جب وہ مولیٰ کا یار ھوگا تو پھر ان دعاؤں کا بھی وارث ٹھرے گا جو حضرت اقد س مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی اولاد کے لئے اور اپنی جماعت کے لئے کی ھیں۔

(خطبہ نکاح میں حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی نہایت اہم نصائح)

(لندن):25/مارچ2005ء بروز جمعۃ المبارک بعد نماز عصر مسجد فضل لندن میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے حسب ذیل دو نکاحوں کا اعلان فرمایا:

1۔ عزیزہ سید ھبۃ الرؤف صاحبہ سلمہا اللہ بنت مکرم ڈاکٹر سید تاثیر مجتبیٰ صاحب ساکن ربوہ کا نکاح صاحبزادہ مرزا وقاص احمد سلمہ اللہ ابن حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کے ساتھ اکیس سو پاؤنڈ اسٹرلنگ حق مہر پر طے پایا۔

2۔عزیزہ فاطمہ یاسمین خان صاحبہ بنت مکرم ناصر جاوید خان صاحب ساکن لندن کا نکاح مکرم ڈاکٹر مسرور احمد سید صاحب ابن مکرم منصور احمد سید صاحب ساکن برمنگھم کے ساتھ مبلغ پندرہ ہزار پاؤنڈ سٹرلنگ حق مہر پر طے پایا۔

اس موقع پر سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ مسنونہ کی تلاوت کے بعد فرمایا کہ:

نکاح کا جو خطبہ ہے اس میں جو آیات کی سیلیکشن (Selection) ہے پانچ دفعہ اس میں تقویٰ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔تقویٰ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی خشیت، اس کا خوف، اس کی محبت۔تو اس طرح نصیحت فرمائی ہے کہ ہر قدم پر تم تقویٰ پر قائم رہو۔تقویٰ کو قائم کرلوگے تو تمہاری نسل بھی بچی رہے گی۔ اور تم بھی روحانی ترقی کروگے۔اور تقویٰ ہی ہے جو اگلے جہان میں تمہارے کام آنے والی چیز ہے۔یہ شادی بیاہ کی خوشیاں جو ہیں، یہ زندگی کی خوشیاں جو ہیں یہ عارضی خوشیاں ہیں۔ ہمیشہ رہنے والی چیز تقویٰ ہے۔اور وہی چیز ہے جو آگے کام آنے والی ہے۔تو یہ نصیحت فرمائی کہ اس دنیا کی فکر کی بجائے ہمیشہ ہر ایک کو خوشی کے موقع پر بھی اگلے جہان کی بھی فکر کرتے رہنا چاہئے۔ ایک خدا کی عبادت کی طرف توجہ دیتے رہنا چاہئے۔ یہ نہ ہو کہ خوشیوں کے جو ہنگامے ہیں ان میں آدمی نمازیں بھول جائے ، خداتعالیٰ کی عبادت کو بھول جائے ۔ یہی حکم ہے کہ توحید کو پکڑو اور ایک خدا کی عبادت کرو اور اس کا پیار، اس کی محبت، سب محبتوں سے بڑھ کر ہو۔ یاد رکھو کہ تمہاری بقا اسی میں ہے کہ خداتعالیٰ کی محبت سب محبتوں سے بڑھ کر رہے۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”خذوا التوحید التوحید یا ابناء الفارس“ کہ اے فارس کے بیٹو! توحید کو پکڑو۔اور اسی میں تمہاری بقا ہے۔خدا کا دامن پکڑو گے تو خداتعالیٰ کے فضلوں کے وارث ٹھہرو گے ۔ جہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی اولاد کے لئے بھی بہت سی دعائیں کیں وہاں ایک یہ بھی نظم ہے، عموماً پڑھی جاتی ہے، آمین والی۔اس میں یہ فرمایا کہ ’حق پر نثار ہوویں ، مولا کے یار ہوویں‘۔ پس ہر وہ شخص جو اپنے آپ کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منسوب کرتا ہے جب وہ مولا کا یار ہوگا تو پھر ان دعاؤں کا بھی وارث ٹھہرے گا جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی اولاد کے لئے اور اپنی جماعت کے لئے کی ہیں۔اور جن کا یہ خونی رشتہ ہے، جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان سے منسوب ہوتے ہیں ان پر یہ اور بھی بڑی ذمہ داری ہے۔اس لئے صرف اس بات پر ہی کوئی فخر نہ کرے کہ مَیں خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منسوب ہوتا ہوں اور یہ میرے لئے بڑا اعزاز ہے۔ بلکہ اپنے عملوں کو بھی خداتعالیٰ کا فضل مانگتے ہوئے اس طرح سنوارنے کی کوشش کریں کہ اس تعلق کا حق نباہنے کی کوشش کرنے والے بن جائیں۔ حق تو ادا نہیں کیا جاسکتا لیکن حق ادا کرنے کی کوشش تو ضرور ہونی چاہئے۔اگر خداتعالیٰ کا حق ادا کرنے کی کوشش کرنے والے بنو گے تو دنیا خودبخود تمہارے پیچھے چلی آئے گی۔

حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ اگر معجزات دیکھنے ہیں تو تقویٰ اختیار کرو۔تقویٰ ہی ہے جو تمہیں معجزات دکھائے گا۔فرمایا کہ خدا سے ڈرنے والے ہرگز ضائع نہیں ہوتے۔فرمایا﴿ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا﴾ ایک وسیع بشارت ہے۔ایسے ایسے راستے اللہ تعالیٰ متقی کے لئے نکالتا ہے اور ایسی ایسی جگہوں سے اس کے لئے سامان مہیا فرماتا ہے کہ انسان سوچ بھی نہیں سکتا۔فرمایا کہ یہ ایک وسیع بشارت ہے تم تقویٰ اختیار کرو، خدا تمہارا کفیل ہوگا۔

پس میری ان جوڑوں کو بھی یہی نصیحت ہے اور خاندان حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھی ہر فرد سے یہی درخواست ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نصیحت کو پکڑیں تاکہ اللہ کا تقویٰ پیدا ہو اور اس وجہ سے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث ٹھہریں ۔اور ہر فرد جماعت کا بھی فرض ہے جو اپنے آپ کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منسوب کرتا ہے کہ ہر وقت، ہر لحہ اللہ تعالیٰ کی محبت اس کے دل میں رہنی چاہئے۔کیونکہ یہی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خواہش تھی، یہی آپ کے آنے کا مشن تھا اور اسی کے لئے آپ نے اپنی جماعت کے لئے دعائیں کی ہیں اور اگر یہ حاصل کر لیں گے تو انشاء اللہ، اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں کے وارث بھی بنیں گے۔

حضور ایدہ اللہ نے رشتوں میں منسلک ہونے والے خاندانوں کا مختصر تعارف کرواتے ہوئے فرمایا کہ وقاص تو میرا بیٹا ہے۔ڈاکٹر سید تاثیر مجتبیٰ صاحب واقف زندگی ڈاکٹر ہیں ۔اور تقریباً 22 سال انہوں نے غانا میں بڑے وفا اور وقف کے جذبے کے ساتھ خدمات انجام دی ہیں۔ان کے والد بھی ڈاکٹر تھے اور غانا، نائیجیریا وغیرہ میں بڑا عرصہ خدمات انجام دیتے رہے۔اور بچی ننہال کی طرف سے صاحبزادی امتہ الحکیم بیگم صاحبہ کی نواسی ہے جو حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں۔اور بچی کے نانا ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب کے پوتے اور ڈاکٹر سید محمود اللہ شاہ صاحب کے بیٹے ہیں۔اس طرح اس لحاظ سے بھی بچی کا دھدیال بھی اور بچی کی والدہ کا دھدیال بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ دیرینہ تعلق رکھنے والے خاندانوں میں سے ہے۔

دوسرے نکاح کے خاندانوں کا تعارف کرواتے ہوئے حضور ایدہ اللہ نے بتایا کہ بچی کے دادا صفدر علی خان صاحب (کراچی) تھے۔اور ان کے نانا مختار احمد ایاز صاحب تھے جو مشرقی افریقہ میں رہے ہیں۔مسرور احمد سید جو میرا ہمنام ہے بلکہ ولدیت بھی ہم دونوں کی ایک جیسی ہے۔ یہ منصور صاحب میرے رضاعی بھائی بھی ہیں ۔اس لحاظ سے ان کا بھی میرے ساتھ تعلق بنتا ہے ۔اور لڑکے کے پردادا سید حسن شاہ صاحب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی تھے۔یہ خاندان بھی پرانا خدمت گزار خاندان ہے۔

حضور نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ہر دو رشتوں کو ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے اور ان کی نسلوں میں سے بھی نیک، صالح اور خادم دین پیدا فرماتا رہے جو اپنے بزرگوں کی روایات کو جاری رکھنے والے ہوں۔

ہر دو نکاحوں کے ایجاب وقبول کے بعد حضور انور ایدہ اللہ نے آخر پر دعا کروائی۔جس کے بعد مبارکبادوں کا سلسلہ شروع ہوا۔حضور ایدہ اللہ نے ازراہ شفقت مسجد میں موجود تمام احباب کو شرف مصافحہ سے نوازا اور حاضرین نے حضور انور ایدہ اللہ، عزیزم صاحبزادہ مرزا وقاص احمد سلمہ اللہ، مکرم ڈاکٹر تاثیر مجتبیٰ صاحب اور دیگر افراد خاندان کو مل کر مبارکباد دی۔

تقریب شادی

26/مارچ کو بعد نماز عشاء بیت الفتوح مارڈن سرے میں ناصر ہال میں عزیزہ سیدہ ھبۃ الرؤف سلمہا اللہ کی تقریب رخصتانہ عمل میں آئی ۔اس سادہ اور پروقار تقریب کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو مکرم نصیر احمد صاحب قمر نے کی ۔اس کے بعد مکرم عصمت اللہ صاحب آف جاپان نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے منظوم کلام سے بعض منتخب اشعار پڑھ کر سنائے۔ بعدازاں حضور ایدہ اللہ نے دعا کروائی اور پھر حاضرین کی کھانے سے تواضع کی گئی۔

دعوت ولیمہ

27/مارچ2005ء کو شام آٹھ بجے بیت الفتوح میں دعوت ولیمہ منعقد ہوئی جس میں کثیر تعداد میں احباب شامل ہوئے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ اس شادی کو ہر لحاظ سے بیحد مبارک فرمائے اور مثمر بثمرات حسنہ بنائے۔

❁❁❁❁❁